Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۲ — ۵- فروری سنہ ۱۹۳۳ء — ۹- شوال سنہ ۱۳۵۱ھ — جلد ۳۲

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
رسول پاک کی زندگی کے واقعات	۴۱/۴۵	ترجمہ انگریزی ریویو
کرسمس کے توہمات	۴۵/۴۶	ترجمہ ہیڈ ماسٹر محمد شفیع صاحب
وجوب الزکوٰۃ و مصارفہا	۴۶/۵۳	مولانا عبد القادر صاحب احسان مولوی فاضل
تقیہ	۵۳/۵۹	مولانا دل محمد صاحب کھارا مولوی فاضل (جامعہ)
وید انسانی کلام ہے	۵۹/۶۰	مولانا فتح محمد صاحب احمدی شرما
کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟	۶۱/۶۸	ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری
اسلام اور بالشوازم پیشگوئیوں میں مخفی شرائط کا ثبوت متقدمین کا علم کلام	۶۹/۸۰	ماخوذ

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنہ

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

قابل توجہ احمدی احباب

رسالہ ریویو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے۔ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں ان کو دُور کر کے دُنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا۔ تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سوائے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمّت کرو۔ خدا تمہارے دلوں میں القا کرے۔ کہ یہی وقت ہمّت کا ہے"

بچھڑے ہوئے دوست مِلجائیں

ماہ فروری کا رسالہ ان احباب کے نام بھی ارسال ہے جو پہلے تو رسالے کے خریدار تھے۔ مگر اب کسی وجہ سے خریدار نہیں رہے۔ رسالہ ان کی خدمت میں ۳ ماہ تک حاضر ہوتا رہے گا۔ وہ مہربانی فرما کر اتنے عرصے میں اس کے متعلق رائے قائم کریں۔ اور اس کی قیمت کی ادائگی کی جو صورت ان کے نزدیک ہو سکے اس اطلاع فرمائیں۔ یہ رماموار کوئی بڑی بات نہیں ٭ (مینجر ریویو اُردو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کا تاریخی نقشہ

۵۴۵ ب۔م آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ پیدا ہوئے۔

۵۷۰ ب۔م پیر کے دن ۲۰ راگست ۱۲ ربیع الاوّل کو ابرہہ گورنر یمن کے حملے کے ۵۵ دن کے بعد رسول کریم صلعم پیدا ہوئے۔ پیدائش کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ابولہب کی ایک کنیز ثوبیہ کے سپرد کیئے گئے۔ چند دن بعد حلیمہ دائی آپکو اپنے گاؤں میں لے گئی ٭

۵۷۵ و ۵۷۶ ب۔م۔ رسول اکرم صلعم کی والدہ آمنہ مکے اور مدینے کے درمیان مقام ابواہ پر فوت ہو گئیں۔

۵۷۶۔ ب۔م عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اپنے ذمے لی۔

۵۷۸۔ ب۔م عبدالمطلب فوت ہو گئے۔ اور رسول پاک صلعم کو ابوطالب کے سپرد کر گئے۔

۵۸۲۔ ب۔م بارہ برس کی عمر میں آنحضرت صلعم نے ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر اختیار کیا۔ جب آنحضرت صلعم پچیس سال کے ہوئے۔ آنحضرت صلعم خدیجہ کا مال تجارت لیکر بغرض تجارت شام تشریف لے گئے۔ واپسی پر خدیجہ رض آنحضرت صلعم کے عقد میں آئیں۔

۶۰۵۔ ب۔م کعبہ کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے ۳۵ سال کی عمر میں سنگ اسود کو خانہ کعبہ میں اس کی موجودہ جگہ پر نصب کیا۔

۶۰۹ - ۶۱۲۔ ب۔م آنحضرت صلعم پر چالیس سال کی عمر میں پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی۔ ورقہ بن نوفل نے آپ کو تسلی دی۔ ابتدائے اسلام میں خدیجہ رض۔ ابوبکر رض۔ علی رض۔ زید رض۔ سعد رض۔ زبیر رض۔ طلحہ رض۔ عثمان رض۔ عبدالرحمٰن رض۔ ابن عوف رض۔ ابوعبیدہ رض۔ عثمان رض۔ ابن مازن رض۔ ابوسلمہ عبیدہ رض۔ ابن حارث آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۶۱۳-۶۱۴-ب-م- آنحضرت صلعم الارقم کے مکان میں رہنے لگے اس مقام کو بعد میں دارالاسلام کا نام دیا گیا۔

۶۱۵-ب-م گیارہ آدمی۔ چار عورتیں۔ جن میں عثمانؓ۔ آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ شامل تھے۔ پہلی دفعہ ابی سینیا ہجرت کر گئے۔ اور تین ماہ کے بعد واپس مکے آ گئے۔

۶۱۵-۶۱۶-ب-م- ابی سینیا دوسری دفعہ ہجرت کی گئی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ آپ کی عمر اسوقت ۳۳ سال کی تھی۔ آپ بیت الارقم میں اسلام لائے۔ اسوقت مسلمانوں کی تعداد چالیس نفوس پر مشتمل تھی۔

۶۱۶-۶۱۷-ب-م- بعثت کے ساتویں سال کے پہلے مہینے پہلی رات بنو ہاشم جن میں آنحضرتؐ اور المطلب کی نسل بھی شامل تھی شعب ابو طالب میں داخل ہوئے۔

۶۱۷-۶۱۹-ب-م- آنحضرت صلعم اور آپ کی جماعت اسی مکان میں محصور رہی۔

۶۱۹-ب-م- یہ پابندی ختم ہوئی۔ دسمبر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

۶۲۰-ب-م- جنوری میں آنحضرت صلعم کے طائف سے اخراج کے ۱۵ دن بعد ابو طالب فوت ہوئے۔ سیدہ سودہؓ سے شادی ہوئی۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے منگنی۔ زائرین جو مدینہ سے آئے تھے ان سے مارچ میں ملاقات کی۔ مدینہ کے لوگوں سے پہلی دفعہ عقبہ میں بیعت لی۔

۶۲۱-ب-م- مدینہ میں اشاعت الاسلام پر مصعب مسلمانوں کو تعلیم دینے پر مقرر ہوئے۔

۶۲۱-۶۲۲-ب-م- معراج النبی۔ مارچ ۶۲۲ بعد مسیح طلوع اسلام سے دس سال بعد العقبہ کی بیعت ثانی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ مسلمان کثرت سے مدینہ ہجرت کرتے رہے۔

جون ۶۲۲ تا جنوری ۶۲۳- ۲۵ جنوری ۶۲۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ جون ۲۸ بروز پیر ۱۲ ربیع الاوّل کو مدینہ پہنچے۔ سات ماہ تک ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۶۲۳ - ب - م -	آنحضرت صلعم نے مدینہ کے یہودیوں سے ایک عہد نامہ کیا۔ جسکے ماتحت وہ کسی دوسرے سے۔ حضورؐ کی اجازت کے بغیر جنگ کرنے کے مجاز نہ تھے اور آنحضرتؐ ان کے تمام جھگڑوں میں تصفیہ کے لئے ثالث مقرر ہوئے۔ پانچ نمازیں مقرر کی گئیں۔ خانہ کعبہ قبلہ مقرر ہوا۔ رمضان کے روزے دسمبر ۶۲۳ میں شروع ہوئے۔ اور کفار سے جنگ کی اجازت دی گئی۔
۶۲۴ - ب - م -	انسان کی تاریخ میں ایک مہتم بالشان جنگ بدر ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی کفار بھاگ گئے۔ اور ان کے بڑے بڑے لیڈر قتل ہوئے۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ اور کافروں کی ایک ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ فوت ہوئیں۔
۶۲۴ - ب - م -	بنو قینقاع کا محاصرہ کیا گیا۔ فتح ہوئی۔ اور معافی دی گئی۔ کعب بن اشرف مارا گیا۔ نومبر ۶۲۴ آنحضرتؐ کی سیدہ حفصہؓ سے شادی ہوئی۔ اور حضرت علیؓ کی فاطمہؓ سے۔
۶۲۵ - ب - م -	قریش مکہ سے اپنی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر چڑھ آئے۔ اور جنوری ۶۲۵ جنگ احد کی لڑائی۔ مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار اور کافروں کی تعداد تین ہزار تھی۔ دونو فوجیں برابر رہیں۔
۶۲۵ کے نصف سے لیکر ۶۲۶ تک	آنحضرت صلعم کی شادی زینبؓ بنت خزیمہ اور ام سلمہ اور زینب بنت جحش سے ہوئی۔ پردے کا حکم ہوا۔ بنی مصطلق نے حملہ کیا اور ہزیمت اٹھائی۔ آنحضرت صلعم کی شادی جویریہ سے ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر الزام لگایا گیا۔ وحی اسلامی نے آپ کی عفت کی شہادت دی۔
فروری و مارچ ۶۲۷ -	قریش بدوی قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ بنو قریظہ نے غداری کی۔ جنگ خندق ہوئی۔ قریش نے محاصرہ اٹھالیا اور واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلعم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر کے انہیں شکست دی۔ سعد کے ثالثانہ فیصلے سے انہیں قتل کیا گیا۔
۶۲۷-۶۲۸ -	آنحضرت صلعم کی صاحبزادی زینبؓ کے خاوند ابوالعاص اسلام میں داخل ہوئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مارچ ۶۲۸ - ب - م -	آنحضرت صلعم ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے ساتھ اپنے خواب کو پورا کرنے کے لئے حج کی خاطر روانہ ہوئے کفار نے حج سے روکدیا۔ آنحضرت صلعم نے مقام حدیبیہ میں قیام کیا۔ صلح حدیبیہ ہوئی۔ مسلمان بغیر حج کیئے مدینہ واپس ہوئے۔ بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ ہرقل۔ اور شاہ ایران اور مقوقس جو رومن امپائر کی طرف سے مصر کا گورنر تھا کی طرف سفیر بھیجے گئے۔ یمن کے ایرانی گورنر نے آنحضرت صلعم کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر خود حضورؐ کی پیشگوئی کا شکار ہوا۔ شاہ ابی سینیا اور حاکم یمن کو خطوط لکھے گئے۔
اگست - ستمبر ۶۲۸ -	خیبر کے خلاف مہم بھیجی گئی۔ خیبر فتح ہوا۔ آنحضرتؐ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ کو ایک زہر سے پرورش کی ہوئی بکری کا گوشت یہودیوں نے کھلانے کی کوشش کی - ابی سینیا سے بھاگے ہوئے لوگ مدینے آئے۔ آنحضرت صلعم کی ام حبیبہؓ سے شادی ہوئی -
فروری ۶۲۹ -	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے روانہ ہوئے۔ کعبہ میں داخل ہوکر طواف کیا۔ صحن کعبہ میں نماز پڑھی۔ انحضرتؐ نے میمونہؓ سے شادی کی۔ خالد اور عمر بن العاص حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مسلمانوں نے موتہ پر چڑھائی کی۔ جنگ میں جعفرؓ اور زیدؓ شہید ہوئے -
جنوری ۶۳۰ -	بنی بکر جو مکے والوں کے ساتھ تھے۔ انھوں نے بنو خزاعہ پر جو آنحضرتؐ کے ساتھ تھے حملہ کیا۔ آٹھ دسمبر ۶۲۹ کو کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کو توڑا۔
جنوری ۶۳۰ -	مکہ پر چڑھائی - اور یکم جنوری ۶۳۰ مکہ فتح ہوا۔ مکہ کے لوگوں کو معافی دی گئی - اور آنحضرتؐ نے قتل خونریزی سے سختی سے منع کیا جنگ حنین ہوئی۔ بنو ہوازن کو شکست ہوئی۔ ان کے لواحقین اور خیموں پر قبضہ کرلیا گیا۔ مگر بعد میں ان کو آزادی دیدی گئی۔ آنحضرت صلعم نے بحرین - عمان اور یمن کے حاکموں کو خطوط بھیجے -
۶۳۰ - ۶۳۱ -	ماریہ کی شادی آنحضرت صلعم سے ہوئی - ابراہیم آٹھ ہجری اپریل ۶۳۰ کو پیدا ہوئے اور دس ہجری جون یا جولائی ۶۳۱ کو فوت ہوگئے۔
۲۰ اپریل تا ستمبر ۶۳۰ -	قبائل عرب کے قافلے حاضر ہوئے۔ ہجرت کا نواں سال وفود کا سال قرار پایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اکتوبر ۶۳۰ تا اپریل ۶۳۱ - رومی فوجیں شام کی سرحدوں پر جمع ہوگئیں۔ تبوک کو روانگی۔ ستمبر۔ اکتوبر ۶۳۰ عبد اللہ بن اُبَیّ مرا۔

۶۳۰ - ۶۳۱ - دسویں سال کئی سفیر بھیجے گئے۔ عرب کے کئی قافلے اور حاکم آنحضرتؐ کی خدمت میں داخل ہوئے اور اسلام لائے۔ نجران کا ایک سفیر آیا۔ مارچ ۶۳۰ حج الوداع ہُوا۔ اپریل اور مئی ۶۳۲ تین منافق طلیحہ۔ مسیلمہ اور اسود بن عنسی پیدا ہوئے۔ طلیحہ تو مسلمان ہو گئے اور باقی دو تباہ۔ مسیلمہ ابو بکرؓ کے وقت تک رہا۔

جنوری ۶۳۲ - شام کی سرحد پر ایک مہم بھیجی گئی۔ اسامہؓ اس کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ آٹھ جون ۶۳۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ٭

انگریزی ریویو سے ترجمہ :- عبد الوہاب خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ

کرسمس کے توہمات

عیسائیوں کے بڑے دن (یعنی ۲۵ دسمبر) کے متعلق بمبئی کے "السٹریٹڈ ویکلی" نے اپنے ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء کے تیسوع میں ایک عجیب بیان شائع کیا ہے۔ جس میں سے ذیل کے اقتباس کا ترجمہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے شائع کیا جاتا ہے :-

۱- "کرسمس کا زمانہ جو ۲۴ دسمبر سے یکم جنوری تک کے ایام پر مشتمل ہوتا ہے ایک توہمات اور باطل بدعات کی فضا کو ساتھ لاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات ضروری طور پر ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ موجودہ عیسویت کی ابتدا اور ترویج اُن تمام توہمات اور بد رسومات کی ذمہ وار ہے جو آجکل عام طور پر عیسائیوں میں رائج ہیں "

۲- اکاس بیل یا امر بیل جو ایک قسم کا سرسبز پودا ہوتا ہے۔ اور جس کے نیچے کھڑے ہو کر عیسائی جوڑے ایک دوسرے کے ساتھ بوسہ بازی کی رسم کو ادا کرتے ہیں اسکے ساتھ بھی عجیب قسم کے توہمات وابستہ ہیں۔ ہر ایک گھر کے بڑے آدمی کے لئے لازم ہوتا ہے کہ وہ بڑے دن کو اپنے گھر کی تمام عورتوں (خواہ اسکی اہلیہ ہو خواہ اس کی لڑکیاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خواہ خادمہ) کا بوسہ لے۔ اگر یہ رسم پورے طور پر ادا نہ کی جاوے تو خیال ہے کہ اگلے تمام بارہ ماہ کے لئے اس گھر میں بلا اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ مغربی انگلستان میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ جبتک اس بیل کو ۵ رجنوری کی شب میں جلا کر خاکستر نہ کر دیا جاوے تمام وہ کنوارے جوڑے جنہوں نے اس کے زیر سایہ بوسہ بازی کی رسم کو ادا کیا ہوتا ہے۔ سال کے ختم ہونے سے قبل ہی ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں *

کرسمس کے شروع ہونے پر یعنی ۲۴ ر دسمبر کو ہی اس بیل کا گھر میں لے آنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ اس کو بعد میں جلا بھی دیا جائے۔ اور ردّی اشیاء کے ساتھ یونہی پھینک نہ دیا جائے۔ اس مشرکانہ رسم کی ابتداء یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ یہ بیل رابن پرندہ کی جو پُرانے زمانہ میں ایک مقدس پرندہ خیال کیا جاتا تھا غذا سمجھی جاتی تھی *

اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی بیل کی قسم کی سرسبز چیز گھر میں ۵ رجنوری کے بعد رہنے نہ پائے اور آجتک کے ایام میں بھی انگلستان کے بعض علاقوں میں یہ رسم اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ تمام اس قسم کی بیلوں کو جو کرسمس کے ایام میں گھر کے لئے موجب صد زینت بنی ہوئی ہوتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔ ان کو باغ میں لیجا کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ اور جبتک اس مقدس رسم کو پورے طور پر ادا نہ کیا جائے تمام گھر بدروحوں کا آماجگاہ بن جاتا ہے"

۳۔ جو بچہ کرسمس کے ایام میں یعنی ۲۴ ر دسمبر سے یکم جنوری کے عرصہ میں پیدا ہو۔ وہ ہمیشہ نیک قسمت خیال کیا جاتا ہے۔ مگر اس صورت میں ضروری ہے کہ اس کی دائیں ران میں اگر وہ لڑکا ہے اور بائیں ران میں اگر وہ لڑکی ہے۔ سبز بیل کے پتے کے ساتھ کرید کر نشان کر دیا جائے۔ اور اگر اس کی پیدائش کے وقت برف پڑ رہی ہو تو بچے کو قبل اس کے کہ وہ چھ گھنٹے کی عمر کا ہو زمین پر برف میں لڑھکانا ازبس ضروری ہے۔ بچوں کو اس طرح برف میں لڑھکانے کی رسم دیر تک بوڑھی دائیوں کے اندر رائج رہی ہے اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ اس بدرسم کا رواج چھوٹا ہے۔ لیکن پھر بھی مجھ کو ایک بوڑھی دائی نے بتایا ہے کہ بعض مقامات پر اب بھی یہ خطرناک رسم فریب کارانہ طریق سے جاری ہے *

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۴ ”ہر ایک عاشق کے لئے ضروری ہے۔ کہ کرسمس کے دن وہ اپنی محبوبہ کے گھر تک پا پیادہ چل کر جائے۔ اور اگر برف پڑنے کا موسم ہو تو محبوبہ کے مکان کی کھڑکی پر ایک برف کا گولہ پھینکے اور اگر برف پڑنے کے ایام نہ ہوں تو ایک چھوٹا سا سنگریزہ ہی پھینکدے تا اس کا یہ فعل ان کے لئے نہ صرف باعث صد مسرّت و راحت ہو بلکہ اسی سال میں ہی ان کی شادی کا امکان بھی پیدا کردے“

۵ ”عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی باکرہ لڑکی دیگر ایام میں کھانے کی میز پر بیٹھے تو اس کو اپنی شادی کے امکانات سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیئے۔ لیکن کرسمس کا دن اس امر میں استثنائی صورت رکھتا ہے۔ اگر وہ لڑکی اس بات کی خواہشمند ہو کہ وہ اس دن حاضرین میں سے کسی مرد کو اپنی طرف مائل کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس دن وہ کھانے کی میز پر ضرور بیٹھے اور اس طرح وہ اس مرد کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لے۔ اور اگر اس ذریعہ سے نشانہ لگ جائے تو ۲۱ رجون سے قبل ہی مچھلی پھنس جاویگی“

۶ ”سبز رنگ سوائے آئرلینڈ کی لڑکی کے باقی تمام دُلھنوں کے لئے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی لڑکی بڑے دن کو بیاہی جائے۔ تو وہ اس رنگ کو بغیر کسی قسم کے خطرہ کے پہن سکتی ہے“

۷۔ ”اسی طرح سے کئی ایک اور ایسی باتیں ہیں کہ جن کو اگر دَوران سال میں کسی دن کیا جائے تو وہ بدشگون خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کرسمس کے ایام میں کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کو نیک فال خیال کیا جاتا ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن ناخن تراشنا بدشگونی خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر بڑا دن جمعہ کے دن آن پڑے تو ناخن کا تراشنا نیک فال خیال کیا جاتا ہے۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ کم از کم ایک ناخن تو ضرور اس دن تراش لیا جائے“

۸ ”یہ بات عموماً ضروری خیال کی جاتی ہے کہ سونے سے قبل انگیٹھی کے تمام کوئلوں کو بجھا دیا جائے۔ تا شیطان چمنی کے راستے مکان کے اندر نہ گُھس آئے۔ کیونکہ بجھے ہوئے کوئلوں سے وہ بھاگتا ہے۔ اور گرم جلتے دہکتے ہوئے کوئلوں کو وہ دل سے پسند کرتا ہے۔ لیکن کرسمس میں رات کو شیطان چمنی کے راستے اندر آنیکی جرأت نہیں کرسکتا خواہ کوئلے بجھے ہوئے ہوں اور خواہ دہک رہے ہوں۔ اس رات بلا خوف و خطر تمام کوئلوں کو جلتا ہوا چھوڑ کر سویا جاسکتا ہے“

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۹ "وہ سب سے زیادہ توہم پرست طبقہ گڈریوں کا ہوتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ کرسمس کی صبح کو ہر ایک بھیڑ مشرق کی جانب مُنہ کر کے تین دفعہ سر جھکاتی ہے ...... گڈریوں میں عام طور پر یہ معمول پایا جاتا ہے کہ کرسمس کے دن ہر ایک گڈریا اپنی ۵۲ بھیڑوں کی پیٹھ پر اپنی اُنگلی سے صلیب کا نشان بنا دیتا ہے۔ اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ریوڑ کے لئے آئندہ کے ۵۲ ہفتے (یعنی سالم برس) خیر و خوبی اور خوش قسمتی کے گذر جاوینگے"

۱۰ "آئرلینڈ کے بعض لوگ کرسمس کے دن نہایت خوف و ہراس میں رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ رسم پائی جاتی ہے کہ کرسمس کی شب کو گھر کا بڑا آدمی ایک بڑی موم بتی جلاتا ہے۔ اور جس طرز پر وہ موم بتی جلے گھر کے افراد کی قسمت کا فیصلہ متصوّر ہوتا ہے۔ یہ موم بتی کھڑکی کے اندر رکھی جاتی ہے جہاں وہ جلائی جاتی ہے اور اس کے ارد گرد گھر کے تمام لوگ خوف و ہراس میں جمع ہو جاتے ہیں اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو کہ موم بتی چند سیکنڈ جلنے کے بعد فوراً بُجھ جائے اور اگر شومئی قسمت سے ایسا واقع ہو جائے تو اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ گھر میں کسی نہ کسی فرد کی موت جلدی واقع ہوگی۔ اور اگر موم بتی دیر تک جلتی رہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ تمام حاضرین کے لئے جو اس وقت وہاں موجود ہوں ایک خوشحالی اور بامرادی کا سال آنے والا ہے"

خدا تعالےٰ کا اعتقاد

"اگرچہ جاہل اور وحشی آدمیوں کی ناسمجھی اور بیوقوفی اس قدر بڑھی ہوئی ہو کہ اُن کو نظام فطرت کی نہایت کُھلی ہوئی اور بظاہر کاریگریوں میں جن کے دیکھنے کے وہ روز مرہ عادی ہیں کسی بڑے خالق کی طاقت و قدرت کی شان نہ دکھلائی دے۔ لیکن اس بات کا امکان کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ کوئی وہ شخص جس کی سمجھ اچھی ہو وہ اس خیال کو ترک کر سکے جبکہ وہ خیال ایک مرتبہ اُس کے ذہن تک پہنچ جاوے (خیال سے مراد اقرار وجود باری ہے) موجودات عالم میں سے ہر شئے میں اس کے علت غائی (   ) یا مقصد وجود۔ قوت ارادی (مشیت ایزدی) کی کارپردازی اور ساخت کی حکمت (ڈیزائن) یہ تمام باتیں ظاہر ہیں۔ اور جبکہ ہمارا فہم یہاں تک وسعت پا جاتا ہے کہ ہم اس اپنی آنکھوں کے سامنے والے نظام کے پہلی مرتبہ اُبھرنے کا تصوّر کر سکیں (یعنی نظام فطرت کو خالق کی کاریگری کی روشنی میں اور معرفت کے ساتھ دیکھنے لگیں) ہمیں نہایت مضبوط یقین کے ساتھ کسی مدرک اور عالم یعنی باعقل و فہم خالق کا خیال کرنا ہوگا"

(مذاہب کی فطری تاریخ (ہیوم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وجوب الزکوٰۃ و مصارفہا

خدا تعالیٰ نے جس قدر بھی عبادات انسان کو بجالانے کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں ہر ایک مصلحت خاصہ اور حکمت عظیمہ پر مشتمل ہے۔ اور اسلام کی یہ خوبی ایک ایسی خاصیت ہے۔ جو اس سے ہی مخصوص ہے اور باقی مذاہب میں سوائے کورانہ تقلید کے کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنیکا سبب معلوم نہ کرلے تب تک وہ متردد ہی رہتا ہے اور پورے طور سے بجا نہیں لا سکتا۔ ہاں جب سبب و وجہ معلوم ہوجائے اور اس کی حقیقت کی تہ تک پہنچ جائے تو طبعی طور پر انشراح صدر ہوجاتا اور اس پر عمل پیرا ہونے میں آسانی و سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اوامر و نواہی میں سے ہر ایک کا فلسفہ حکمت بیان فرمادیا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی عبادات میں سے جن کا مدار ارکان خمسہ پر ہے ایک زکوٰۃ بھی ہے +

زکوٰۃ لغۃً اصلاح و تزکیہ کرنے کو کہتے ہیں۔ لقولہ تعالےٰ۔ ولکن اللہ یزکی من یشاء یقال رجل زکیٌ ای زائد الخیر والفضل بین الزکاء۔ اور اصطلاحاً مراعاۃ الفقراء و مواساتھم۔ اور یہ ہر ایک آزاد عاقل بالغ مسلمان پر سال کے اختتام میں واجب ہے جب وہ نصاب کامل پر ملکیت تامہ رکھتا ہو +

وجوب الزکوٰۃ

خداوند کریم قرآن شریف میں مشرکین عرب کے متعلق فرماتا ہے کہ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ یعنی اگر مشرکین حقیقی توبہ کرکے نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں ورنہ اُن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ مشرک ہیں اور تم موحد ہو تم خدا سے محبت رکھتے ہو اور وہ دشمن ہیں لقولہ تعالےٰ۔ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین کہ وہ لوگ نماز و زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اس لئے مشرکین ہیں اور مشرک خدا کے دشمن ہیں۔ اور خدا کے دشمنوں سے محبت و تعلق رکھ کر خدا کی محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ ؎

شعر:- تودّ عدوی ثم تزعم انّنی + صدیقک لیس النوک عنک بعازب

جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین و من یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیءٍ الّا ان تتقوا منھم تقٰۃً۔ تو معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو ان تینوں باتوں میں سے کسی کا تارک ہو وہ مسلمان نہیں۔ اور اسی آیت شریفہ کی رُو سے اگر مسلمانوں کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک گروہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مانع ہو جائے تو امام وقت ان سے جہاد کر سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عرب کے ارتداد کے وقت باوجودیکہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلعم کی حدیث بھی سُنائی کہ من قال لا اِلٰہ اِلّا اللہ عصم منّی مالہ ونفسہ۔ مگر پھر بھی حضرت ابوبکرؓ اپنی بات پر مصر رہتے ہوئے جنگ پر تُلے رہے اور فرمایا کہ واللّٰہ لاقاتلنّ من فرّق بین الصّلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللّٰہ لو منعوا منی عناقاً کانوا یؤدونہا الیٰ رسول اللّٰہ لقاتلتھم علیٰ منعہم۔ فرمایا۔ خدا کی قسم! جس نے زکوٰۃ اور نماز میں فرق ڈالا اُس سے ضرور جہاد کرونگا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے یہ مال میں سے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے ایک اونٹ کا بچہ جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے روکا۔ تو ان کے اس روکنے پر ضرور جہاد کرونگا۔ پس امام وقت جس طرح بھی چاہے زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کیئے بغیر مال کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ کقولہ تعالےٰ خذ من اموالھم صدقۃً تطھرھم وتزکیھم بہا۔ تو صدقہ لینے سے اصل غرض ان کے مال کو پاک کرنا ہے یعنی انسان کے نفس اور اس کے مال پر جو حقوق العباد ہیں وہ اُس سے ادا کیئے جائیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا کہ کامیاب وہی شخص ہے جس نے تزکیہ نفس کیا۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ خدا کے احکام کی قدر کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرے جس سے حقوق العباد متعلق ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من اتاہ اللّٰہ مالاً فلم یؤد زکوٰتہ مثل لہ یوم القیامۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیامۃ ثم یأخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا جس کو مال دے اور وہ اس سے زکوٰۃ نہ ادا کرے۔ تو وہی مال قیامت کو گنجے سانپ کی شکل بنکر اسکے گلے کا طوق بن جائیگا اور اسکی باچھوں کو پکڑ لیگا اور کہیگا کہ مَیں تیرا مال ہوں اور مَیں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا یحسبن الذین یبخلون بما اٰتیھم اللّٰہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شرلھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامہ۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں مال مقبوضہ کو بخل کر کے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے وہ اس کو مفید کار خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے قیامت کے دن مضر ثابت ہوگا اور سانپ کی شکل میں ہو کر گلے کا طوق ہوگا اور بجائے باعث آرام وراحت ہونیکے مورد عذاب وغضب الٰہی ہوگا۔

ایک اور روایت ابی ذر صحابی سے مروی ہے کہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما من رجل یکون لہ ابل او غنم او بقر لا یؤدی حقھا الّا اُتی یوم القیامۃ اعظمہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ما یکون و أسمنه تطأله باخفافها و تنحطه بقرونها کلما جاوزت أخریها ردّت علیه أولها حتی یقضی بین الناس۔ ابی ذر صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس کے پاس اونٹ یا بکریاں یا گائیں ہوں اور وہ اُن سے زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ قیامت کے دن وہ بہت بڑی اور نہایت موٹی ہو کر اس کو اپنے کھروں سے لتاڑینگی اور اپنے سینگوں سے مارینگی جب آخری ختم ہو جائیگی تو پہلی پھر آجائیگی اسی طرح علیٰ ہٰذا القیاس۔ پس اگر مالدار آدمی اپنی دولت اور امارت کی وجہ سے جنّت کے قریب ہوتا ہے تو دوزخ کے بھی اقرب ہوتا ہے۔ گویا جنّت و دوزخ کی کُنجیوں کا مالک جس طرف چاہے پھرا دے یعنی جس طرح انسان کی زبان ہے۔ اگر چاہے تو تخت کا مالک بنا دے اور اگر چاہے تو رسوائی و ذلت کے وہ تنگ و تاریک راستے دکھائے۔ کہ فرعون مصر کو بھی نصیب نہ ہوئے ہوں۔ اسی طرح مال و دولت کو بھی انسان اگر سوچ سمجھ کر خرچ کرے۔ اور اسراف و تبذیر سے محتاط ہوتے ہوئے رضاء الٰہی میں بنی نوع انسان سے ہمدردانہ سلوک اور ان کی اعانت میں صرف کرے تو یہی مال باعث جنّت اور حقیقی و دائمی لذّات کا وارث بنائیگا۔ اور اگر اسی مال کو نہایت بے دردی و ظالمانہ طور سے خرچ کرے اور اُس کی جھوٹی محبّت کے غلبے میں آکر بندگان خدا کے حقوق کو سفاکانہ طور پر پاؤں تلے روندکر پائیمال کرے تو یہی اسفل السافلین درجہ کی رہنمائی کریگا۔ اور یہی مال جس کو اُس نے نہایت جانفشانی اور جان کاہی سے جمع کیا تھا اُس پر جنّت کی خوشبو حرام کر دیگا۔ اور کبھی سانپ بنکر گلے کا ہار ہوگا اور کبھی گرم کرکے اسی سے اس کو داغ دیا جائیگا۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ والذین یکنزون الذھب والفضّۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشّرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ کہ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ یعنی ان سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کو سخت عذاب کی بشارت دے۔ اس دن جس دن اس کو جہنّم کی آگ پر گرم کرکے ان کی پیشانیوں پر پہلوؤں پر پیٹھوں پر داغ دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ چکھو اس خزانے کا مزہ جس کو جمع کیا کرتے تھے۔ سو حقیقی محبّت اسی مال سے لگانی چاہیئے جو دائمی نعم اور غیر فانی لذّات کا وارث بنائے۔ دراصل اس کے اپنے حصّہ کا وہی مال ہے جس کو فی سبیل اللہ اپنے ہاتھ سے خرچ کرے ورنہ باقی تو ورثاء کا حق ہے۔ پس کس قدر کم عقلی ہے کہ انسان جمع تو نہایت تن دہی اور جہد جہید سے اپنے لئے کرتا ہے مگر کھاتے غیر ہیں۔ اس کو صرف چندروز کی اتنی خوشی کافی ہو جاتی ہے کہ وہ اس مال کا عارضی مالک ہے۔ اور اس خوشی کے عوض آخرت میں اس سے وہ کچھ سلوک ہوتا ہے کہ خدا ہر کسی کو اس سے محفوظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھے اور اس سے بچائے۔ کاش کہ غافل انسان اپنی غرض پیدائش کو سوچے اور مقصد حقیقی کے حصول میں کوشاں ہو جائے ؂

زکوٰۃ سے مال گھٹتا نہیں

جن لوگوں کے دلوں پر مال کی جھوٹی محبت غالب آجاتی ہے۔ وہ زکوٰۃ ادا کرنے سے رکے رہتے ہیں مبادا ہمارا مال کم ہو جائے۔ بدلیل قول النبی صلعم من ولی یتیماً له مال فلیتجر فیه ولا یترکه حتی تأکله الصدقه۔ مگر اس خیال کی بنا سوائے حرص و آز کے کچھ بھی نہیں۔ بلکہ مال جسقدر بھی خدا کی راہ میں دیا جائے۔ اسی قدر بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ اور خدا مصدّق کو ان راستوں سے دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ جیسے و من الذی یقرض الله قرضاً حسناً فیضاعفه له اضعافاً کثیراً۔ کہ جو شخص بھی خدا کی راہ میں خرچ کرے خدا اس کو دو چند دیتا ہے۔ اور المطاء فی سبیل الله قرض اس لئے کہا کہ جس طرح دنیا میں انسان اپنے مدیون سے اپنا دین وصول کر لیتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کو واپس ملجائیگا۔ اور دنیا میں بھی دو چند ہو کر ملتا ہے جیسے وما انفقتم من شیئٍ فھو یخلفه وھو خیر الرازقین۔ اور وما اٰتیتم من زکوٰة تریدون وجه الله فاولٰئك ھم المضعفون ؂

غرض زکوٰۃ

زکوٰۃ دینے سے انسانی ہمدردی بڑھتی اور خدا ترسی دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان زکوٰۃ کے مال سے اپنے غرباء بھائیوں کی اعانت کرتا اور انہیں افلاس سے بچاتا ہے انسان خدا کی رضا اور اس کی محبت میں استقامت حاصل کر کے ایثار و قربانی کا مادہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور حرص و لالچ کی بیخکنی ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ صرف روحانی بیماریوں کی ہی دوا نہیں بلکہ جسمانی مصائب و تکالیف سے بچنے کا بھی احسن طریقہ ہے کقول النبی صلعم الصدقة تطفیٔ غضب الله تعالیٰ ؂

مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ اُمراء سے غرباء کو دی جاتی ہے تا غرباء لوگ اسے اپنے حوائج ضروریہ میں صرف کریں۔ اور غیروں کے آگے دست سوال پھیلانے اور ان کی نظروں میں حقیر ہونے سے بچیں۔ کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "قد فرض الله علیھم صدقة توخذ من اغنیائھم وترد الیٰ فقرائھم۔ جہاں زکوٰۃ سے غرباء کو فائدہ ہوتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کی مدد سے غیر جائز مکاسب سے بچ جاتے ہیں وہاں اُمراء کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ زائد روپیہ زکوٰۃ میں صرف ہو جانے کے باعث اسراف اور فضول خرچی سے بچ جاتے ہیں۔ اور ان کے مال حقوق العباد میں منقسم ہو کر پاک ہو جاتے ہیں۔ اور" ان فقراء کی تفصیل آیت قرآنیہ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة

Digitized by Khilafat Library Rabwah

من اللہ واللہ علیم حکیم۔ آجکل ان مصارف ثمانیہ میں سے زیادہ ضروری اور اہم فک الرقاب ہے۔ والسلام خاکسار عبد القادر احسان مولوی فاضل

تقیّہ

اللہ تعالیٰ ابتدائے آفرینش سے اصلاح خلق کے لئے انبیائؑ کو بھیجتا چلا آیا ہے۔ جو دنیا میں آکر اس ذاتِ بابرکات کے پیغام کو پہنچا کر اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ اور اپنی ایک اُمّت قائم علی الحق چھوڑ گئے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی اُن کی اُمّت میں گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ کیونکہ شیطان بھی ساتھ ساتھ اپنا اثر کرتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کو دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ جس کا وجود دُنیا کے لئے سراسر رحمۃ للعالمین تھا۔ اور اس نے آکر اسلام جیسے مذہب کی بنیاد دنیا میں قائم کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُور گئے ہوئے لوگوں کو جو راہِ راست کو چھوڑ چکے تھے پھر صراطِ مستقیم پر چلایا۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی اس کی اُمّت میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ اُن فرقوں میں ایک شیعہ بھی ہے۔ جو کہ دوسرے فرقوں کے ساتھ کئی ایک مسائل میں اختلاف رکھتا ہے۔ منجملہ ان مسائل کے ایک تقیہ کا مسئلہ ہے۔

تعریف التقیّۃ تقیّہ کہتے ہیں۔ کہ دل میں انسان ایمان رکھے اور ظاہر کفر کرے۔ چنانچہ مرزا رضا علی صاحب نے ایک رسالہ قول فیصل تقیہّ کے ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے۔ اُس کے صفحہ ۳ پر وہ تقیّہ کی تعریف کرتے ہیں۔ "جو مومن باطمینان قلب موافق شرع کے رہ کر بخوف دشمن دین فقط ظاہر میں موافقت کرے دشمن دین کی۔ تو وہ دیندار ممدوح و متقی رہتا ہے۔ اور قول و فعل اس کا مُعبّر بتقیّہ ہوتا ہے۔"

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے بنانے کی ضرورت شیعہ صاحبان کو کس طرح پیش آئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ شیعہ صاحبان حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو خلیفہ اوّل مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ (ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ) سچے خلفاء نہیں تھے بلکہ وہ (نعوذ باللہ) غاصب تھے۔ اور انہوں نے جبراً خلافت چھین لی تھی۔ اور جب ان سے یہ سوال کیا جائے۔ کہ حضرت علیؓ اگر پہلے خلیفہ تھے تو پھر انہوں نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کیوں کی۔ اور ان کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے؟ تو اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں۔ کہ تقیّہ کی وجہ سے آپ ایسا کرتے رہے اور تقیّہ جائز ہے۔ اور اس کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے وہ چند ایک دلائل قرآن مجید و احادیث سے پیش کرتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلیل اوّل در اثبات تقیّہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ اِلّا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولٰکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیھم غضبٌ من اللہ ولھم عذاب عظیم۔ ذٰلک بانھم استحبوا الحیٰوۃ الدنیا علی الاٰخرۃ وانّ اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ اولٰئک الذین طبع اللہ علیٰ قلوبھم وسمعھم وابصارھم واولٰئک ھُمُ الغافلون۔ لاجرم اِنھم فی الاٰخرۃ ھم الخاسرون۔ ثمّ ان ربّک للّذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثُمّ جاھدوا وصبروا انّ ربّک من بعدھا لغفورٌ رحیم۔

کہ حضرت عمّار کو جب کفار مکّہ نے تنگ کیا اور اس کے ماں باپ کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کرنے لگے تو اس نے کہدیا۔ اٰمنتُ بالجبت والطاغوت اور اس پر یہ آیت اتری جس میں اِلّا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان سے ثابت ہے کہ کافروں کے غلبہ کے وقت تقیّہ جائز ہے ۔

(۱) جواب اوّل۔ اس میں حکم نہیں ہے بلکہ اجازت ہے۔ کہ کمزور ایمان والے ڈر کے مارے اگر ایمان چھپالیں اور کفر ظاہر کریں تو ان کو کافر قرار نہیں دیا ہے۔ چونکہ اس اُمّت میں کمزور ایمان والے بھی تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کے اس فعل کو جُرم تو قرار نہیں دیا۔ مگر ناپسند ضرور فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ اگر کوئی کمزور ایمان والا ایسا کرے تو اس کو پھر اس بستی سے ہجرت کر جانا چاہیئے۔ اور پھر بعد میں اس بستی والوں پر جہاد کرے اور پھر جہاد کے بعد اس کی تکالیف پر صبر کرے۔ جیسا کہ فرمایا ثمّ انّ ربّک للّذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثمّ جاھدوا وصبروا کہ جن لوگوں نے فتنہ کے بعد ہجرت کی۔ اور پھر اس بستی والوں سے جہاد کیا اور اس جہاد کی تکالیف پر صبر بھی کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد ان کو بخش دیگا۔ کما قال ثمّ انّ ربّک من بعدھا لغفورٌ رحیم ۔ تو اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسا کیا ہے تو کیا انہوں نے مدینہ سے ہجرت کی؟ اور پھر مدینہ والوں پر جہاد کیا؟ اور پھر جہاد کی تکالیف پر صبر کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس بقول شیعہ حضرت علیؓ مجرم ٹھیرتے ہیں۔

(۲) یہ اجازت کمزور ایمان والوں کے لئے ہے جو کہ عوام ہیں۔ اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسا کیا ہے تو آپ خواص میں سے نہ رہے بلکہ عوام میں سے ہوگئے۔ اور خلیفہ عوام سے نہیں بنایا جاتا ہے۔

(۳) حضرت علیؓ کا ہجرت نہ کرنا اور پھر جہاد نہ کرنا اہل مدینہ سے جنہوں نے آپ کو مجبور کیا تھا صاف بتاتا ہے کہ آپ تقیّہ نہیں کرتے تھے۔

دلیل دوئم

وقال رجلٌ من اٰل فرعون یکتم ایمانہ الآیۃ پارہ ۱۴ رکوع ۴۔ سورۃ نحل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت میں صاف ذکر ہے کہ فرعونِ موسیٰ سے ایک شخص حزقیل نامی نے تقیہ کیا تو وہ ممدوح خداوند ہو گیا حالانکہ اس کا تقیہ بھی توحید خداوند میں تھا تو شیعہ کا تقیہ تو صرف ولایت اور خلافت علی میں ہے۔ پس یہ بھی ممدوح خداوند ہونے چاہیئے" قول فیصل صفحہ ۱۱

جواب :۔ اس آیت سے جو یہ دلیل لی گئی ہے کہ اس آدمی نے تقیہ کیا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے دھمکی دی تو وہ بول اٹھا کہ اتقتلون رجلاً اور پھر اتنا کچھ کہا کہ اس سے زیادہ فاش گفتاری کیا ہو سکتی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقیہ کیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے پناہ مانگی نہ کہ فرعون کے آگے جھکے۔ پس اس جگہ قتل کا ڈر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا تو انہوں نے تو تقیہ نہ کیا اگر تقیہ جائز ہوتا اور اچھی بات ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو ضرور اختیار کرتے ✦

اب رہا حزقیل تو اس کو تو کوئی ڈر ہی نہیں تھا تو اس نے کتم ایمان کیا نہ کہ تقیہ اور کتم ایمان اور تقیہ یعنی اظہار کفر دو الگ الگ چیزیں ہیں ✦

یکتم ایمانہ کے معنی ہیں کہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ یعنی اس طرح پر کہ وہ اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور وہ اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس نے اس موقعہ پر اپنے ایمان کا اظہار کر دیا۔ پس اُس نے اظہار ایمان کیا نہ کہ تقیہ۔ دوسرے اس طرح پر کہ وہ چھپاتا تھا یعنی کتم ایمان کرتا تھا اس وقت اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں کافر ہوں۔ پس اس دلیل کے تین جواب ہیں:۔

(۱) کہ اس نے اظہار کفر نہیں کیا لہٰذا تقیہ نہ ہوا۔

(۲) اُس نے کتم ایمان کیا نہ تقیہ۔

(۳) کتم ایمان پہلے کرتا تھا خوف کے وقت اظہار ایمان کیا جو دلیری کا کام ہے۔

دلیل سوئم جو رسالہ قول فیصل کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر مسطور ہے یہ ہے۔ کہ جس طرح الٰہ حق اور حضرت ابراہیمؑ نے اصنام باطلہ کو الٰہ بر حق تعبیر کیا ہے۔ فرمایا۔ فراغ الیٰ الھتھم۔ اور اس تعبیر سے نہ الٰہ حق میں کوئی خلل آیا نہ حضرت ابراہیمؑ کی کسر شان ہوئی۔ اسی طرح اگر امام حق نے بمصلحت شرعیہ خلیفہ یا امام کہا امام باطل کو تو نہ قائل کو کوئی ضرر ہے نہ خلیفہ باطل کو کوئی شرف حاصل ہے ✦

جواب :۔ اٰلھتھم میں ھُم سے مراد وہ مشرک ہیں جو اُن اصنام باطلہ کو معبود مانتے تھے تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت علیؓ اگر امیر المومنین کہتے تھے تو آپ حضرت ابو بکرؓ کو اپنا خلیفہ بر حق مانتے تھے۔ اور اگر کہو کہ اسجگہ بھی المومنین سے مراد آپ وہ لوگ لیتے تھے جو ان کی خلافت پر ایمان لائے تھے تو پھر آپ تقیہ نہ کرتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے کیونکہ وہ خلیفہ انہیں ماننے تھے تو خلیفہ نہ ماننے کی صورت میں تقیّہ نہ رہا۔

دلیل چہارم رسول کریم صلعم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اللہ اور بسم اللہ کا لفظ تقیۃً کٹوایا تھا۔

جواب:- بالکل غلط ہے بلکہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ صلح نامہ میں دونو فریقوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس واسطے آپ نے کفار کا لحاظ رکھتے ہوئے بسم اللہ کی بجائے باسمك اللّٰھمّ لکھوایا اور اپنے یہ انکار نہیں کیا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں بلکہ اقرار کیا اور فرمایا۔ انا محمد بن عبد اللہ وانا رسول اللہ۔ پس آپؐ نے ہرگز تقیّہ نہیں کیا۔ اب ان کی دلائل کا جواب دینے کے بعد میں وہ دلائل عرض کرتا ہوں جو کہ ہماری طرف سے تردید تقیّہ میں پیش کی جاتی ہیں:-

دلائل تردید تقیّہ

دلیل اوّل اگر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا خلافت ابوبکرؓ سے لیکر خلافت عثمانؓ تک جو کہ قریباً پچیس ۲۵ سال کا عرصہ ہے خلفاء باطلہ کی بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اور ان کو سچّا خلیفہ ماننا بسبب تقیّہ کے ہو سکتا ہے تو اگر کوئی خارجی یہ کہے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا تیئیس ۲۳ برس تک رسول مقبولؐ کو ماننا بھی تقیّہ کے سبب ہو سکتا ہے۔ جو جواب اس کا شیعہ صاحبان دینگے وہی جواب ہمارا ہے۔ پس تقیّہ ماننے کی صورت میں دلیل اسلام حضرت علیؓ کی اڑ جاویگی۔

دلیل دوئم یہ طبعی قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں کسی کا بُغض ہو لیکن ظاہر میں وہ اُس سے محبّت کرے اور تعظیم سے پیش آئے تو آہستہ آہستہ وہ بُغض دُور ہو جائیگا۔ یہی حال ایمان کا ہے۔ اگر اس کے مطابق نیک اعمال نہ کئے جائیں تو آہستہ آہستہ مفقود ہو جائیگا۔ پس تقیّہ اس لئے ناجائز ہُوا کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔

دلیل سوئم عقلاً ایمان اور کفر کے معاملہ میں چار گروہ ہو سکتے ہیں:-

(۱) دل میں ایمان ظاہر میں بھی ایمان (۲) دل میں کفر ظاہر میں بھی کفر۔ (۳) دل میں کفر ظاہر میں ایمان۔

ان تینوں گروہوں کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے جیسے فرمایا الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ الآیۃ

(۲) انّ الّذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔

لیکن چوتھے گروہ کہ دل میں ایمان ہو اور ظاہر میں کفر ہو۔ کا ذکر نہیں کیا سارے قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ملتی ہے جس میں اس گروہ کا ذکر ہو۔

ع کوئی بتلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

پس ثابت ہُوا کہ یہ گروہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے کہ جو دل میں چھپ سکے۔ پس یہ دل میں چھپ ہی نہیں سکتا ہے سوائے اس کے کہ وقتی طور پر ہو۔ اور وہ بھی کمزور ایمان والا کریگا اور اگر کریگا تو مجرم ہوگا کما قال اللّٰہ ثم ان ربک من بعدھا لغفور رحیم۔ لیکن حضرت علی متواتر پچیس ۲۵ سال تک ایسا کرتے رہے تو کیا ان کے اندر ایمان اتنا کمزور تھا کہ جس کو وہ ظاہر نہ کر سکے ۔

دلیل چہارم منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں ہے مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ کہ منافقوں کو زیادہ سزا ملیگی۔ اسکی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے عقیدہ کو چھپایا پس جب کفر کے چھپانے پر سزا بڑھ جاتی ہے تو ایمان کے چھپانے پر بدرجہ اولیٰ بڑھنی چاہیئے ۔

دلیل پنجم حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے مکّہ کی زندگی میں دل میں اسلام رکھا اور ظاہر میں بھی اسلام رکھا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو ظاہر میں بُت پرستی کرتے اور صرف دل میں ایمان رکھتے کیونکہ وہاں بہ نسبت مدینہ کے زیادہ خطرہ تھا ۔

دلیل ششم حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو مکّہ میں کافروں کی طرف سے تکلیفیں پُہنچیں تو انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کر لی۔ اگر مدینہ میں بھی کسی وقت ان کو ایمان کے بچانے کی ضرورت پڑتی تو وہ وہاں سے ضرور ہجرت کر جاتے۔ لیکن انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت تک ہجرت نہیں کی اس سے معلوم ہُوا کہ ان کو ایمان کے بچانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے کوفہ میں ہجرت کی تو وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کی تھی جبکہ ڈر نہیں رہا تھا ۔

دلیل ہفتم جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے یا کہ فرض ۔
اگر کہا جائے کہ جائز ہے تو پھر وہ افضل ہے یا کہ اس کا غیر افضل ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ فرض ہے، تو اس کی عدم تعمیل یقیناً گناہ کا موجب ہو گی ۔

پھر اگر فرض ہے تو حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی۔ پس معلوم ہُوا کہ تقیہ فرض نہیں ہے اگر جائز ہے تو پھر وہ اولیٰ ہے یا کہ اس کا غیر اولیٰ ہے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم انّ ربک من بعدھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لغفورٌ رحیم۔ کہ جس وقت کوئی جبر کی وجہ سے ایمان چھپائے تو وہ گناہ گار ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہُوا کہ تقیّہ کا خلاف اولیٰ ہے اور امام کے لائق یہی بات ہے۔ کہ وہ اولیٰ پر عامل ہو +

دلیل ہشتم اگر حضرت عمّار کو تقیّہ کی مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے تو شیعہ لوگ ان کے ماں باپ (سمیّہ و یاسر) کو یقیناً نیک اور شہید سمجھتے ہیں۔ پس ایک بات جو کسی کی غلطی ہو اس کو ائمہ کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ائمہ کے حق میں اولیٰ بات کو تجویز کیا جائے۔ اس بات کا ثبوت کہ حضرت عمّار نے غلطی کی یہ ہے کہ حضرت عمّار جب مدینہ میں آئے اور آکر نبی کریم صلعم کے پاس اس سارے واقعہ کا ذکر کیا تو نبی کریم صلعم نے فرمایا ویحٌ یا عمّارُ تقتلك الفئة الباغیة کہ تُو نے قتل کے ڈر سے اظہار کفر کیا اور آخر تُو قتل ہی کیا جائیگا۔ پس حضرت عمّار کی غلطی کو امام کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اس کے حق میں اولیٰ بات یعنی عمّار کے ماں باپ کے نمونہ کو تجویز کیا جائے جنہوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا +

دلیل نہم جس طرح اسلام نے کمزوروں کی رعایت کے لئے ڈر کے مارے ایمان چھپانے کو کفر قرار نہیں دیا ہے۔ اسی طرح کامل مومنین کے لئے اور نبیوں کے لئے خدا تعالیٰ نے شجاعت اور بے خوفی کو لازم قرار دیا ہے۔ جیسے فرماتا ہے لا یخافون لومة لائم۔ لا یخشون الا الله۔ لا یخافون احدًا الا الله۔ لا تخف انی لا یخاف لدیَّ المرسلون۔ پس عجیب بات ہے جو بات کمزوروں کے لئے جائز ہو وہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ میں پائی جائے اور جو بات کامل مومنوں کے لئے لازم تھی۔ وہ مفقود ہو +

دلیل دہم وعد الله الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم الآیہ سورة احزاب آیت استخلاف میں صرف خلفاء کا ذکر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی ایک پہچان بیان فرمائی ہے

(۱) ولیبدلنهم من بعد خوفهم اَمناً۔ کہ ایّام خلافت میں خوف کے معاملے پیش آئینگے مگر وہ دُور ہو جائینگے۔

(۲) ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم کہ ان کا دین پوشیدہ نہیں ہوگا بلکہ ظاہر ہوگا۔

(۳) اور فرمایا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً۔ عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرینگے۔ پس اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں:۔

(۱) اُن سے خوف کا دُور ہونا (۲) اُن کا اپنے دین کو ظاہر کرنا (۳) ان کا عبادت میں کسی کو شریک نہ بنانا۔

اگر ہم حضرت علیؓ کو تقیّہ باز سمجھیں تو ان تینوں میں سے کوئی علامت بھی حضرت علیؓ میں پوری نہیں ہوتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ میں یہ تینوں پوری ہوتی ہیں۔ ان کی خلافت میں فتنہ ارتداد عرب کا خوف آیا اور دُور ہوگیا اور اپنے دین کو ظاہر کرتے رہے۔ وغیرہ ذالک۔

پس اگر ہم حضرت علی کو تقیّہ باز نہ سمجھیں تو پھر بے شک تینوں علامتیں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ میں پوری ہوتی ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور آپ سچے اور چوتھے خلیفہ قرار پاتے ہیں۔ تلك عشرة كاملة ؛

خاکسار چوہدری دل محمد مولوی فاضل

وید انسانی کلام ہے

آریہ:۔ ضروری ہے کہ ایشوری گیان کا پرکاش آتما میں ہو تمام زبانوں میں جن میں وید کے علاوہ الہام مانے جاتے ہیں۔ الہام کا تعلق دل سے مانا جاتا ہے۔ الہام کے معنے "دل میں ڈالنا" کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وید کے بغیر کسی کو ایشوری گیان مانا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ وید کا پرکاش آتما میں ہوا تھا ؛

احمدی:۔ مہاشہ جی آپ نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں دی۔ نہ ہی اپنے بیان کو سچا ثابت کرنے کے لئے وید۔ منتر کو تحریر کیا ہے۔ لیکن مَیں آپ کی اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے یہ بتا دیتا ہوں۔ کہ وید کا پرکاش بھی دل میں ہُوا تھا۔ نہ کہ آتما میں ملاحظہ ہو:۔ سب سے پہلے اُن ویدک رشیوں نے عمل کیا جن پر شروع دنیا میں وید پرگٹ ہوئے۔ رگوید منڈل۔ اسوکت ۷۱ منتر ۳ میں بتایا۔ کہ رشیوں نے اس اپورشیہ بانی کو جس کو انہوں نے ایشور دوارا دل میں دھارن کیا تھا۔ اپنے اپدیش دوارا سروتر پھیلا دیا۔ اخبار آریہ گزٹ لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۳۲ء صفحہ ۳ ک ۲۔ اس تحریر میں آریہ گزٹ نے وید منتر سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وید کا پرکاش رشیوں کے دل میں ہُوا۔ پس بقول آپکے یہ ثابت ہُوا کہ وید ایشوری گیان نہیں ہے ؛

آریہ:۔ ایشوری گیان وہ ہو سکتا ہے جو آدی سرشٹی سے ہو۔ چونکہ وید آدی سرشٹی سے ہے۔ لہٰذا وید ہی ایشوری گیان ہے۔ اور باقی کی کتابیں انسانی کلام ہیں ؛

احمدی:۔ مہاشہ جی آپنے اس دعویٰ کو بھی سچا ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل اور وید منتر تحریر نہیں کیا۔ مگر مَیں آپکے اس دعوے کی تردید بھی کر دکھاتا ہوں۔ تا کہ آپکی غلط فہمی دُور ہو جائے ملاحظہ ہو:۔ کتاب کی قدامت کی وجہ سے اس کی سب باتیں ماننے کے لائق ہو سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ انددیانند اپدیش منجری ویاکھیان ۸ صفحہ ۱۰۲ مہاشہ جی آپکا مہرشی ہی اس کی تردید کرتا ہے۔ اور آپکے دعویٰ کی کمزوری کو عیاں کر رہا ہے۔ اور صاف صاف یہ بتا رہا ہے کہ کتاب کا آدی سرشٹی سے ہونا کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کو ایشوری کلام بنا دیا جائے ؛

آدی سرشٹی میں انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ ان کے لئے کوئی امر و نہی نہیں تھا۔ نہ ہی اب تک کوئی قانون

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ از دیانند اپدیش منجری ویاکھیان ۲ صفحہ ۶۹ اس میں بھی دیانند نے یہ صاف صاف تحریر کر دیا ہے کہ وید آدی سرشٹی میں نہیں تھے۔ یہ بعد کی تصنیف ہیں۔ اس لئے وید انسانی کلام ہے اور وید ہرگز ہرگز ایشوری گیان نہیں ہو سکتا ۔

اب مَیں وید کا پرمان دیتا ہوں۔ جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ وید آدی سرشٹی کے بعد کی تصنیف ہے۔ اب مَیں اندر کے ویر کرموں کو بتلاتا ہوں۔ جو بجر دھاری نے پہلے کئے ہیں۔ اس نے سرپ کو مار اجلوں کو کھول دیا۔ پربتوں کے ندی تل پھوڑ دیئے۔ اتھرو وید کانڈ ۲ سوکت ۵ منتر ۵ ۔

اس منتر کے کرتا نے بھی صاف صاف یہ بتلا دیا ہے۔ کہ وید اندر کی پیدائش کے بعد کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے بہادرانہ کاموں کا اس میں ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وید انسانی کلام ہے ۔

یہ میری استری مجھے کشٹ نہیں دیتی تھی۔ میرے ساتھ کبھی کرودھ نہیں کرتی تھی۔ اور اپنے متروں کے ساتھ محبت کرنے والی اور میرے ساتھ بھی پریم کرتی تھی۔ صرف اس جوئے کے سبب مَیں نے انوکول آچرن کرنے والی پتی ورتا استری کو بھی ہرا دیا ہے۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۴ منتر ۲ ۔

اس منتر سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وید نوین کتاب ہے۔ اس لئے یہ انسانی کلام ہے ۔

آریہ :۔ ایشوری گیان اور نیچر یا قانون قدرت میں تطابق لازمی ہے۔ وید میں تمام تعلیم سرشٹی نیم کے مطابق ہے ۔

احمدی :۔ مہاشہ جی آپکا یہ دعویٰ بھی بیدلیل اور وید منتر کے بغیر ہے۔ آپکو ایسے ایسے بودے دعوے کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ مَیں آپکو وید کی تعلیم کا کچھ نمونہ دکھاتا ہوں۔ آپ اسکو قانون قدرت سے تطابق کر کے دکھائیں۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ گھوڑے کے دہی اور دہی سے تیار شدہ اجزا کے استعمال سے کھشیپتی۔ گریو اور کلھش کے روگ دُور ہو جاتے ہیں رگوید منڈل ۴ سوکت ۴۰ منتر ۴ ۔

مہربانی کر کے آپ یہ فرمائیں کہ گھوڑے کا دودھ ہوتا ہے ؟

وہ جنگل کونسا ہے۔ وہ کونسا درخت تھا۔ کہ جس سے آسمان اور زمین بنائی گئی آدی رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۸۱ منتر ۴ جب زمین اور آسمان ہی نہ تھا۔ تو مہربانی کر کے یہ بتائیں۔ کہ درخت اور جنگل کہاں تھے ؟

بس ان تمام واقعات اور تحریرات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وید انسانی کلام ہے۔ اور ہرگز ہرگز ایشوری گیان ثابت نہیں ہو سکتا ۔

خاکسار فتح محمد احمدی شر ماکراچی والا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟

(نمبر ۵)

(گذشتہ سے پیوستہ)

قربانی کے متعلق

حضرت مسیحؑ نے قربانی موقوف نہیں کی۔ بلکہ قربانی کرنے کا ارشاد انجیل میں ملتا ہے، لوقا باب ۲۲ آیت ۷ تا ۱۲ میں ہے۔ "عید فطر کا دن آیا اور یسوعؑ نے پطرس اور یوحنا کو یہ کہکر بھیجا کہ جاکر ہمارے لئے کھانے کے لئے فسح تیار کرو" اس عید میں قربانی ہوتی تھی۔ اور توریت کے خاص احکام میں سے ایک حکم تھا۔ جیسا کہ خروج باب ۱۲ میں لکھا ہے "تم خداوند کیلئے اس دن میں یہ عہد پشت در پشت کیجیو۔ اس عہد کو ابد تک ہمیشہ کی رسم مقرر کیجیو"

اب کوئی بتلائے یہاں پر توریت کی منسوخی کا حکم ہے یا حضرت موسیٰؑ کی کتاب خروج کے حکم کی پابندی ہے*

ہاں ایک فقرہ رہ گیا جس میں قربانی کو ناپسند فرمایا ہے وہ میرے خیال میں حضرت مسیحؑ کا قول نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو لوقا۔ مرقس اور یوحنا میں یہ فقرے ہی نہیں آئے۔ انہوں نے اِن لفظوں کو ناگوار خیال کیا ہوگا۔ یا اُن کو یہ الفاظ ملے ہی نہیں تھے۔ اگر حضرت مسیحؑ کے الفاظ ہوتے تو وہ ضرور لکھتے۔ دوسرے عبارت بھی بے جوڑ بن جاتی ہے۔ وہاں پر سوال قربانی کرنے اور نہ کرنے پر نہ تھا۔ بلکہ سبت کے متعلق تھا اور اسی سبت کے متعلق حضرت مسیحؑ جواب دے رہے ہیں۔ مگر بیچ میں بلاوجہ اور بے جوڑ یہ فقرے درج کر دیئے جاتے ہیں کہ "میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں" اگر اِن الفاظ کو نکال دیا جائے تو اصل عبارت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جیسا کہ "لیکن اگر تم اس کے (یعنی سبت کی حرمت وغیرہ کے معنی) معنی جانتے تو بے قصوروں کو قصوروار نہ ٹھیراتے کیونکہ ابن آدم سبت کا مالک ہے" عبارت قربانی والے الفاظ کے بغیر بھی مکمّل ہے*

اور اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ یہ عبارت حضرت عیسیٰؑ کی بیان فرمودہ ہے۔ تب بھی قربانی منسوخ نہیں کی۔ بلکہ دوسری جگہ قربانی کرنیکا صاف ارشاد موجود ہے۔ اور حضرت داؤدؑ نے بھی اسی قسم کے الفاظ ایک دفعہ کہے ہیں۔ زبور ۵۱ آیت ۱۶ "تُو ذبح سے خوش نہیں ہوتا۔ نہیں تو مَیں دیتا۔ سوختنی قربانی میں تیری خوشنودی نہیں" ایسا ہی یسعیاہ نبی نے فرمایا ہے "خداوند کہتا ہے تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام .... بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں کا لہو نہیں چاہتا" باوجود ایسے الفاظ کے حضرت داؤدؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے قربانی کرنے کا ذکر کیا ہے۔ زبور ۶۶ آیت ۱۳ تا ۱۵۔ "مَیں سوختنی قربانی لے کے تیرے گھر میں جاؤنگا۔ مَیں تیرے لئے اپنی نذریں ادا کرونگا .... مَیں پالے ہوئے جانور لے کے سوختنی قربانیاں مینڈھوں کی۔ خوشبوؤں سمیت تیرے لئے گذرانونگا۔ مَیں بچھڑے اور بکرے چڑھاؤنگا"۔ اس لئے حضرت مسیح ؑ کے اس قسم کے الفاظ جائے اعتراض نہیں ہیں کیونکہ حضرت داؤد ؑ نے بھی اسی قسم کے الفاظ فرمائے تھے قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا۔ کہ خدا کو تمہاری قربانی اور گوشت کی حاجت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی قربانی کا حکم ہے جیسا فرمایا ولکل امۃ جعلنا منسکا کہ ہم نے ہر ایک اُمّت کو قربانی کا حکم دیا ؏

طلاق کے متعلق حضرت مسیح ؑ کا ارشاد

زرقانی صاحب نے متی آیت ۳ باب ۵ کا حوالہ دیکر لکھا ہے "ان آیات میں کمال تصریح کے ساتھ ثابت ہے کہ تورات کی رُو سے بغیر وجہ زنا کے بھی طلاق دیا کرتے تھے اور اِس مطلقہ سے دوسرا آدمی نکاح کر لیا کرتا تھا۔ مگر انجیل میں اس طرح کی طلاق اور نکاح دونو حرام"۔ پھر فرماتے ہیں "اب مسیح کے صاحب شریعت ہونے پر اس سے واضح اور کیا دلیل ہو سکتی ہے"۔ ظاہر طور پر انجیل پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے طلاق کی اجازت دی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ نے طلاق کو صرف ایک وجہ میں مقید کر دیا۔ کہ زنا کے بغیر طلاق دینے والا زنا کرواتا ہے۔

چونکہ اناجیل میں تحریف ہوتی آئی ہے جیسا کہ مَیں نے ثابت کیا ہے۔ اس لئے موجودہ اناجیل کا بیان قابل سند نہیں ہے اور نہ ہم پر حُجّت ہو سکتا ہے۔ ہاں عیسائیوں کے لئے حُجّت ہے یا اہل بہا کے لئے جو کہ عیسائیوں کی طرح غالباً انہی اناجیل کو الہامی مانتے ہیں۔ یا محرّف و مبدّل خیال نہیں کرتے ؏

اس کے علاوہ حضرت مسیح کا قول موجودہ اناجیل میں توریت کے متعلق اس طرح ملتا ہے کہ مَیں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ اور توریت کے چھوٹے سے چھوٹے حُکم کے توڑنے والے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹا خیال کیا جائیگا۔ اور دوسری جگہ اپنے شاگردوں کو حکم دیتے ہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں جو کچھ وہ تم کو بتائیں وہ سب مانو اور کرو۔ اِن آیات کی موجودگی میں حضرت مسیح ؑ کیسے توریت کے حُکم کی منسوخی کا اعلان فرسکتے ہیں۔ جبکہ خود ہی فرماتے ہیں کہ مَیں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ تو پھر کس طرح آپ توریت کے ایک حُکم کو منسوخ بھی کرنے لگ گئے۔ دونو اقوال میں اختلاف ہے۔ مختلف قول ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔ جب تک کوئی زبردست ثبوت موجود نہ ہو۔ ہم اس امر کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ حضرت مسیح ؑ کا منشاء یہاں پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

توریت کے حکم کو منسوخ کرنیکا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت مسیحؑ نے دراصل کوئی اور بات بیان کی ہو۔ اور طلاق کے متعلق لوگوں کو سمجھایا ہو کہ بلاوجہ طلاق دینا مناسب نہیں ہے۔ ہاں جب زنا کی وجہ موجود ہو تو طلاق دیدیا کرو۔ سُننے والوں نے اور اُن سے سُن سُناکر لکھنے والوں نے کچھ سے کچھ بات بنادی۔ کہ جو مطلقہ سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کرواتا ہے۔ کیونکہ موجود اناجیل میں مبالغہ آمیزی بھی کی گئی ہے اور کسی نے بعض واقعات کو غیر ضروری خیال کر کے اپنی انجیل میں درج بھی نہیں کیا۔ مثلاً یوحنا کی انجیل باب ۲۱ آیت آخری میں لکھا ہے:۔

”اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیئے اگر جدا جدا لکھے جاتے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں اُن کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔“ یہاں یہ بحث نہیں کہ الفاظ یوحنا کے ہیں یا کسی نے بعد میں لکھ کر شامل کر دیئے۔ میرا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ موجودہ انجیل میں حضرت مسیحؑ کے سب حالات نہیں لکھے گئے اور نہ ہی آپکی سب تعلیم ہی درج کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ اگر سب باتیں لکھی جاتیں تو ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ مبالغہ آمیزی ہے تو پھر ایسے مبالغہ آمیز لکھنے والے کا اعتبار نہیں رہا کیونکہ ممکن ہے اس نے اور جگہ بھی مبالغہ آمیزی کی ہو ؎

اناجیل میں مختلف بیانات

دوسرے انجیل کچھ بیان کرتی ہے تو دوسری اس کو غیر ضروری خیال کر کے چھوڑ جاتی ہے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ کا شجرہ نسب مرقس اور یوحنا نے دیا ہی نہیں۔ متی نے حضرت ابراہیمؑ سے شروع کیا ہے اور لوقا نے حضرت ابراہیمؑ سے بھی آگے گذر کر حضرت آدمؑ تک سلسلہ کو پُہنچایا ہے۔ اور پھر اِس نسب نامہ کی لسٹ میں اختلاف ہے۔ یوسف کے باپ کا نام متی میں یعقوب لکھا ہے۔ لوقا میں عیلی لکھا ہے۔ ایک ہی شخص کے دو باپ لکھے ہیں۔ متان۔ کے باپ کا نام متی میں العاذر لکھا ہے۔ اور لوقا میں لیوی لکھا ہے جب شروع میں اختلاف کا یہ حال ہے تو آگے تو خدا ہی مالک ہے ؎

حضرت مسیحؑ کی پیدائش میں اختلاف

مرقس اور یوحنا نے حضرت مسیحؑ کی معجزانہ پیدائش کو بالکل ہی نہیں لکھا اور غیر ضروری خیال کیا اس لئے چھوڑ دیا۔ متی اور لوقا نے حالات لکھے ہیں۔ لوقا میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کے حالات پیدائش بھی لکھے ہیں۔ مگر تین اناجیل خاموش ہیں۔ لوقا نے حضرت مریم کے پاس فرشتہ کا آنا اور بشارت دینا لکھا ہے متی نے اس کے خلاف یوسف کے پاس فرشتہ کا آنا بیان کیا ہے۔ باقی دو اناجیل خاموش ہیں۔ متی نے مشرق سے مجوسیوں کا مسیحؑ کو دیکھنے کے لئے آنا لکھا ہے۔ لوقا نے مجوسیوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ بیت اللحم کے چرواہوں کا ذکر کیا ہے۔ متی میں حضرت مسیحؑ کا مصر میں جانا لکھا ہے۔ اس معاملہ میں باقی تینوں اناجیل خاموش ہیں۔ لوقا میں حضرت مسیحؑ کا ختنہ ہونا اور پیدائش پر توریت کے مطابق رسوم کی بجا آوری لکھی ہے۔ متی۔ مرقس اور یوحنا خاموش ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوقا نے حضرت مسیحؑ کا لڑکپن کے زمانہ میں یروشلم میں آنا اور یہودی استادوں کے ساتھ ہیکل میں بیٹھ کر سوال و جواب کرنا لکھا ہے۔ مگر دیگر تین اناجیل خاموش ہیں۔ ایسا ہی وفات کے متعلق حالات میں اختلاف ہے۔ مثلاً یوحنا میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ پر حضرت مسیحؑ خود اپنی صلیب اُٹھا کر صلیب دیئے جانے کے مقام تک لے گئے باقی میں شمعون نامی ایک شخص کو بیگار میں پکڑنے اور صلیب کو اُٹھا کر لیجانا لکھا ہے۔ مرقس میں صلیب دیئے جانے کا وقت تیسرا گھنٹہ لکھا ہے۔ یوحنا میں چھٹا گھنٹہ لکھا ہے اور متی اور لوقا خاموش ہیں۔ یوحنا میں حضرت مسیحؑ کا پسلی چھیدا جانا لکھا ہے۔ باقی تین اناجیل اس معاملہ میں خاموش ہیں۔ اِن سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب کی سب اناجیل واقعات کو لکھنے اور قلمبند کرنے میں محتاط نہیں ہیں اور ایک نامکمل سا خاکہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم اور سوانح حیات کا دیا ہے۔ اس لئے اُن کو وہ رُتبہ تو دیا ہی نہیں جا سکتا جو الہامی کتاب کا ہونا چاہیئے۔ بلکہ احادیث صحیحہ کا رُتبہ بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ واقعات کو اکٹھے کرنے والوں نے وہ احتیاطیں نہیں برتیں جو محدثین نے حدیثوں کے جمع کرنے کے متعلق اختیار کی تھیں۔ ہاں ایک غیر معتبر تاریخی حیثیت بیشک دے سکتے ہیں۔ اس لئے ایسی کتاب میں اگر کوئی ایسی سند بھی ہو جو ہمارے عقائد کے خلاف اور خود حضرت مسیحؑ کے اعمال اور تعلیم کے خلاف پائی جائے تو ہم ایسی بات کو قبول نہیں کر سکتے جب تک ہمارے پاس یقینی شواہد نہ ہوں کہ یہ بات یا یہ قول ضرور حضرت مسیحؑ نے ہی فرمایا ہوگا۔

انجیل کی تعلیم طلاق کے بارے میں

اب ہم انجیل کی تعلیم طلاق کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ کیا ہے اور اس کا مقابلہ توریت کی تعلیم سے کرینگے اگر دونو میں اختلاف ہوا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف ایک بات میں انجیل توریت کے خلاف گئی ہے وہ بھی اس صورت میں جبکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ واقعی وہ تعلیم حضرت مسیحؑ نے بیان فرمائی تھی۔

مرقس باب ۱۰ آیات ۲ تا ۱۲ میں اس طرح لکھا ہے۔ فریسیوں نے حضرت مسیحؑ سے پوچھا "کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے اس نے اُن سے جواب میں کہا کہ موسیٰؑ نے تمھیں کیا حکم دیا ہے۔ وہ بولے موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اُس نے تمھاری سخت دلی کے سبب تمھارے لئے یہ حکم لکھا تھا"۔ متی باب ۱۹ آیت ۸ تا ۹ میں۔ اس طرح حضرت مسیحؑ کا جواب لکھا ہے۔ "کہ موسیٰ نے تمھاری سخت دلی کے سبب تمھیں اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتداء سے ایسا نہ تھا۔ اور مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے، وہ بھی زنا کرتا ہے"۔ اِن آیات سے بیشک ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے یہود کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی تھی۔ اور اس کا سبب یہود کی سخت دلی تھا۔ اگر یہود سخت دل نہ ہوتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو پھر ایسی اجازت حضرت موسیٰ ؑ دے نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ابتدا سے ایسی اجازت نہ تھی۔ اور یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی زمانہ ایسا آجائے جب یہود کی سخت دلی جاتی رہے۔ تو وہ حکم بھی جو محض سخت دلی کی موجودگی کی وجہ سے تھا ضرور جاتا رہیگا۔ اور چونکہ حضرت مسیح ؑ کے وقت میں آپنے اگر یہود میں وہ وجہ نہ پائی ہوگی اس اجازت کو بند کر دیا۔ اور محض زنا کی وجہ سے طلاق کی اجازت قائم رہنے دی۔ اور اگر ہم توریت میں اس امر کی بابت دیکھیں کہ اس میں کس کس وجہ سے طلاق کی اجازت ہے تو ہم آسانی کے ساتھ ایک نتیجہ پر پہنچ جائینگے۔ استثنا باب ۲۴ آیت ۱ میں ہے۔ "اگر کوئی مرد کوئی عورت لے کے اس سے بیاہ کرے اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو اس سبب سے کہ اس نے اس میں کوئی پلید بات پائی تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کے اس کے ہاتھ میں دے اور اپنے گھر سے باہر کرے۔" توریت میں طلاق کی اجازت محض پلید بات کے پائے جانے پر ہے۔ ورنہ دوسری کوئی اور وجہ ان آیات میں ہرگز ہرگز نہیں لکھی۔ ایسا ہی باب ۲۲ آیات ۱۳ سے ۲۱ میں بھی زنا کی وجہ سے طلاق دینا لکھا ہے۔ کہ جب کوئی آدمی کسی لڑکی سے شادی کرے اور اس میں کنوارپنے کی علامات نہ پائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس پر پتھراؤ کریں اور اگر اس میں کنوارپنے کی علامات پائی جائیں تو شہر کے بزرگ اس الزام لگانے والے شخص کو پکڑ کر سزا دیں اور لکھا ہے "وہ اس کی جورو بنی رہیگی وہ تا زندگی اس کو طلاق نہ دے۔" گویا ان آیات سے بھی وجہ طلاق زنا ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر زنا ثابت نہ ہو تو تا زندگی اسکو طلاق نہ دے۔ حضرت مسیح ؑ بھی یہی تعلیم دیتے ہیں گویا کہ توریت کی کتاب پر ہی زور دیا ہے اس میں بھی وجہ پلید بات اور کنوارپنے کی علامات کا موجود نہ ہونا چھوڑ دینے کے لئے ضروری ہے ورنہ دوسری کوئی وجہ مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی کہ اور کن کن باتوں کی بنا پر طلاق ہو سکتی تھی۔ توریت اور انجیل اس امر پر اتفاق رکھتی ہیں کہ طلاق زنا کی موجودگی میں ہی ہو سکتی ہے اور وجوہات کی بنا پر نہیں۔ ہاں حضرت مسیح ؑ کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے دوسری وجوہات کی بنا پر بھی شاید اجازت دی تھی۔ مگر اس کی وجہ بھی حضرت مسیح ؑ نے ساتھ ہی لکھ دی کہ وہ اجازت یہود کی سخت دلی کے باعث تھی۔ مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا۔ اس لئے توریت اور انجیل کے بیانات میں تو کوئی فرق نہیں ہے دونو کا ایک ہی واحد مقصد ہے۔ ہاں انجیل میں زیادہ زور دیا ہے۔ سو یہ کوئی توریت کے احکام کی منسوخی نہیں بلکہ تائید ہے۔ اور سختی سے توریت کے اس حکم پر چلنے کی تاکید کی ہے۔

معلوم ہوتا ہے یہود میں معمولی معمولی باتوں پر طلاق ہو جاتی ہو گی اور جب حضرت مسیح ؑ آئے آپنے یہود کو توریت کے احکام کے خلاف کرتے پایا اور حضرت موسیٰ ؑ کی وقتی اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے دیکھا تو آپنے توریت کے حکم کو تو قائم رکھا اور جو وقتی اجازت حضرت موسیٰ ؑ نے توریت کے حکم کے علاوہ دی تھی اسکو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بند کر دیا اور فرمایا ہوگا کہ وہ اجازت تمہاری سخت دلی کے باعث تھی۔ چونکہ تم نے اس اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا اس لئے اب میں اجازت کو بند کرتا ہوں ہاں توریت کا حکم اسی طرح موجود ہے سو تم اسی پر پورے پورے کاربند ہو جاؤ۔ اور اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ واقعی حضرت مسیحؑ نے طلاق کے بارے میں توریت سے اختلاف کیا۔ کہ اس میں یا حضرت موسیٰؑ کے کسی دوسرے حکم میں طلاق کی اجازت بلا وجہ زنا موجود تھی تو زیادہ سے زیادہ صرف یہ ثابت ہوگا کہ آپ نے توریت کے آدھے حکم کو بند کر دیا۔ اور وہ حکم بھی محض یہود کی سخت دلی کے سبب سے تھا ورنہ ابتدا سے ایسا نہ تھا تو کیا ایک اجازت کے بند کرنیکی وجہ سے کسی کو مستقل صاحب شریعت نبی قرار دے سکتے ہیں۔ جبکہ وہ نبی اور صدہا حکموں کو بلا تغیر و تبدل مانتا ہو اور ان صدہا احکام کا پابند بھی ہو اور لوگوں کو پابندی کرنیکی تعلیم بھی دیتا ہو۔ وہ ہر حالت میں توریت کے ماتحت ہی رہنے والا نبی کہلائیگا۔ اور مستقل نبی اس کو کہہ ہی نہیں سکتے۔ ورنہ ایک دمڑی کے مالک کو بھی کروڑپتی کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ ایک آدھ دوائی کا استعمال جاننے والے کو مسیح زمان اور افلاطون وقت کہنے میں کوئی نقصان نہیں۔ اگر ایسا کہنا جائز ہے تو پھر اگر کوئی حضرت مسیحؑ کو مستقل صاحب شریعت نبی قرار دیتا ہے تو ہم یہی کہینگے کہ بہتر ہے وہ اپنے دماغ کا جاکر کسی ماہر فن سے علاج کرائے۔ ورنہ دنیا اس کی اس قسم کی باتوں کو سن کر ہنسے گی۔ اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ مسلمانوں کو چار تک نکاح کرنے کی ایک وقت میں اجازت ہے اور اس شرط کے ساتھ کہ وہ انصاف اور برابر کا عدل سب بیویوں کے ساتھ روا رکھیگا۔ اب اگر کوئی مسلمان اس اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر چار بیویاں تو کرے مگر انصاف قائم نہ کرے۔ ایسے مسلمان کی اس حرکت کو دیکھ کر اگر کوئی یہ کہدے کہ ایسے نکاح جن میں انصاف قائم نہ رکھا جائے حرام ہیں یا ناجائز ہیں تو جائے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی حال حضرت مسیحؑ کی تعلیم طلاق کے متعلق ہے کہ ایک اجازت کو بند کیا ہوگا۔ ورنہ توریت کا اصل حکم تو اسی طرح برقرار ہے۔ یہ منسوخ نہیں۔ بلکہ توریت پر زور دیا ہے ؎

انتقام کے بارے میں

اب زرقانی صاحب کی ایک دلیل باقی رہ گئی۔ کہ حضرت مسیحؑ نے توریت کے حکم کو جس میں انتقام لینے کا حکم ہے۔ بدل دیا۔ لہٰذا آپ صاحب شریعت اور مستقل رسول ہو گئے۔ جیسا کہ متی باب ۵ کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں "ان آیتوں سے واضح ہے کہ تورات میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت تھا۔ مگر حضرت مسیح نے اسکو بدل دیا اور بالعکس حکم دیا۔"

متی باب ۵ آیت ۳۸ تا ۴۱ میں اس طرح لکھا ہے "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا" گویا تو انتقام نہ لے اور اس کو معاف کردے بلکہ بطور مروّت اسپر اور بھی احسان کر۔ توریت خروج باب ۲۱ آیات ۲۲ تا ۲۵ میں ہے "اگر لوگ جھگڑیں اور کسی پیٹ والی کو دکھ پہنچائیں۔ ایسا کہ اس کا پیٹ گرجائے پر وہ خود ہلاک نہ ہو تو اسے جس طرح کی سزا اس کا شوہر تجویز کرے دیجائے۔ اور وہ قاضیوں کی تجویز کے موافق گنہگاری دے۔ اگر وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوجائے تو تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جلانے کے بدلے جلانا زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ" یہ توریت کا حکم ہے۔ اس میں سے صرف حضرت مسیحؑ نے آنکھ اور دانت کے بدلے والے حکم کو لیا ہے اور باقی امور کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے مقابلہ میں درگذر کرنیکی تعلیم دی کہ تو شریر کا مقابلہ نہ کر دوسرے باقی حکم انتقام کے بارے میں نہیں چھوئے۔ گویا ۸ حکموں میں سے دوؔ کے متعلق حکم دیا کہ اُن کی بجائے معافی دے دینی چاہیئے۔ اور باقی میں توریت کے احکام کی ہی کی پابندی ہے۔ ایسی باتیں بیان کرنے سے تو کوئی صاحب شریعت اور مستقل رسول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ہم یہ بھی جان لیں کہ حضرت مسیحؑ نے توریت کی ان سب آیات کے مقابلہ میں درگذر کی تعلیم دی تھی تب بھی آپ نے توریت کے خلاف ایک ذرہ بھی نہیں کہا۔ کیونکہ درگذر کرنے اور معاف کردینے کی تعلیم دراصل توریت ہی کی تعلیم تھی۔ گو وہ حصہ کسی نہ کسی وجہ سے موجودہ آیات سے نکال دیا گیا ہے۔ ورنہ حضرت مسیحؑ نے توریت کو منسوخ قرار دیکر کوئی نئی بات پیش نہیں کی۔ جیسا کہ قرآن کریم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ درگذر اور معاف کردینے کی تعلیم بھی انہی آیات کے ساتھ شامل تھی۔ جیسا کہ فرمایا ہے " وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ۔ المائدہ آیت ۴۶۔ یعنی ہم نے انکے لئے اس میں لکھا کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان۔ دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا برابر کا بدلہ ہے پس جو کوئی معاف کردے تو اس کے لئے وہ کفارہ ہوگیا۔ مگر موجودہ تورات میں فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ کے الفاظ کے ہم معنی کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ اور جب حضرت مسیحؑ تشریف لائے تو یہود کو انتقام کے بارے میں سختی برتتے دیکھا اور ہر بات میں بدلہ لیتے پایا۔ معاف کرنے کی کوئی بات یہود میں نہ پائی تو آپؑ نے توریت کے اسی حکم کے دوسرے حصہ پر زور دینے کی تعلیم دی اور فرمایا کہ تو شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ معاف کردینا۔ اور یہی قرآن کریم کہتا ہے کہ معاف کردینے کی تعلیم دراصل توریت میں بھی شامل تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے آنکر اس حصہ پر زیادہ زور دیا۔ پہلی تعلیم کے متعلق یہ کہیں فرمایا کہ وہ میں منسوخ کرتا ہوں۔ بلکہ محض حوالہ دیکر معاف کردینے والے حصہ کو بیان کردیا جو کسی نہ کسی وجہ سے توریت کا حصہ نہ رہا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جس پر یہود اس وقت عمل نہ کرتے تھے۔ ورنہ آپ نے کوئی نئی بات بیان ہی نہیں کی۔ اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ کوئی دانا حکیم کسی مرض کے علاج میں مختلف ادویات استعمال کرنیکی ہدایات دے۔ کہ فلاں دوائی درجہ اوّل میں مفید ہوگی اور فلاں دوائی درجہ دوئم میں دینی چاہیئے۔ اور اگر کوئی آدمی اپنی نادانی کی وجہ سے درجۂ اوّل میں دیئے والی دوائی کا استعمال جاری رکھے اور درجۂ دوئم والی دوائی استعمال میں نہ لائے۔ یا اس کو درجہ دوئم والی دوائی کا علم ہی نہ ہو تو اگر کوئی آدمی آنکر اس کو اصل بات سے آگاہ کردے اور درجہ دوئم والی دوائی کے استعمال پر زور دے تو ہم یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس نئے آنیوالے نے کوئی بات اپنی طرف سے پیش کی ہے۔ اور اس نے آکر پہلی بات کو رد کردیا ہے۔ نہیں بلکہ اس نے ایک ہی حکیم کی بتلائی ہوئی دواؤں میں سے مریض کی حالت کے مطابق دوسری دوائی استعمال میں لانے پر زور دیا ہے۔ نئی کوئی بات پیش نہیں کی۔ یہی حالت بعینہٖ حضرت مسیحؑ کی تھی۔ توریت میں بدلہ لینے کی تعلیم بھی اور معاف کردینے اور درگذر سے کام لینے کی بھی تعلیم تھی۔ یہود اپنی نادانی کی وجہ سے ایک حصّہ پر جمے رہے اور دوسرے حصّہ کو بُھلادیا۔ حضرت مسیحؑ نے آکر دوسرا حصّہ یاد دلایا اور قوم کی حالت کو دیکھ کر دوسرے حصّہ پر چلنے کی تاکید فرمائی۔ یہ کوئی منسوخی نہیں بلکہ یہ تو تائید ہے۔ جب منسوخی نہیں تو مستقل صاحبِ شریعت نبی بھی نہیں۔ اور اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ واقعی آپ نے توریت کے صدہا حکموں میں ایک دو حکموں کو تبدیل بھی کردیا۔ تب بھی دو حکموں کو تبدیل کرنے سے مستقل صاحبِ شریعت نبی اور رسول نہیں ہوسکتا *

اب مندرجہ بالا بیان سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ آپؑ نے کسی بھی حکم کو منسوخ قرار نہیں دیا (۱) روزے آپ نے منسوخ نہیں فرمائے (۲) سبت کی حرمت کو منسوخ نہیں قرار دیا (۳) قربانی ترک نہیں کی (۴) طلاق کے متعلق کوئی نئی تعلیم نہیں بیان فرمائی (۵) انتقام کے متعلق توریت ہی کے دوسرے حصّہ کو پیش کیا ہے اور بس۔ اور آپ ساری عمر توریت پر چلتے رہے اور لوگوں کو چلنے کی تاکید کرتے رہے۔ جیسا فرمایا "فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو" اور دوسری جگہ فرمایا ہے "پس جو کوئی اُن چھوٹے سے چھوٹے (توریت کے) حکموں میں سے کسی کو توڑیگا اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا لیکن جو اُن پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دیگا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں اگر تمھاری راستبازی ۔۔۔ سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے" اِن الفاظ کا فرمانے والا توریت کی بجائے نئی شریعت دینے والا نہیں ہوسکتا۔ ناظرین اِن آیات پر اچھی طرح سے غور کریں اور پھر زرقانی صاحب کے دلائل کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک اپنے بیان میں حق بجانب ہیں۔ والسّلام

خاکسار

محمدؐ صدیق احمدی سنوری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام اور بولشوازم

(جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے سیال کے قلم سے)

بالشویکوں کے حالات جاننے کی ضرورت

مَیں سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ مضمون ہندوستان اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس تحریک کا مطالعہ کریں کیونکہ بالشویک روس میں پائے جاتے ہیں۔ اور روس ہمارا ہمسایہ ہے۔ اس کی سرحد ہندوستان سے ملتی ہے۔ پھر جس طرح ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اسی طرح رُوس بھی ایک بڑا ملک ہے۔ رُوس کی آبادی ۱۴ کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ اور ہندوستان کی آبادی ۳۵۔۳۶ کروڑ۔ پھر احمدی جماعت سے رُوس کا اس لحاظ سے خاص تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیاں رُوس کے متعلق ہیں۔ ایک اور بات یہ ہے۔ کہ بالشویک ایک نظام میں منسلک ہیں یعنی بالشویکوں کا اصل ہے۔ کہ تمام ممبر رہنماؤں کی ہر بات میں اطاعت کرنے کیلئے تیار ہونگے۔ گویا وہ منظم جماعت ہے۔ اور ایک شخص کی اطاعت کرنے میں ہماری جماعت سے مشابہت رکھتی ہے۔ چونکہ وہ ایسے کمیونسٹ ہیں کہ بزور اپنے عقائد دُنیا میں رائج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہماری جماعت سے اس لحاظ سے ان کا بہت بڑا مقابلہ بھی ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دُنیا میں امن۔ عقل اور انسانی خدمت کے ساتھ اپنے عقاید پھیلانے چاہئیں۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم میلیٹنٹ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم زور سے اپنے خیالات دنیا سے منوائینگے۔ اس کے علاوہ بالشویکوں کا پہلا عقیدہ یہ ہے۔ کہ دنیا کا کوئی خدا نہیں۔ گویا وہ ایک دہریہ پارٹی ہے۔ جو برملا حکومت کر رہی ہے۔ پہلی دہریہ سوسائٹیوں کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہُوا۔ مگر یہ کُھلم کُھلا ہستی باری تعالیٰ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ دنیا کے بادشاہوں نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے خدا کا نام لے رکھا ہے۔ جس سے اصل منشاء ان کا یہ ہے۔ کہ لوگ اس عقیدہ کے ماتحت ڈرتے رہیں۔ اور بادشاہوں کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ اس کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ ایک ایسی جماعت ہے۔ جو اعلان کرتی ہے۔ کہ ہم باری تعالیٰ کی ہستی صرف علمی اور عقلی رنگ میں ہی ثابت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے عملی رنگ میں بذریعہ معجزات و آیات ثابت کر دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی واقعہ میں موجود ہے۔ ان حالات میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس تحریک سے واقفیت حاصل کرنا احمدیوں کے لئے کسقدر ضروری ہے۔

کمیونسٹوں کا بُنیادی اثر

علم اقتصادیات پر جن لوگوں نے غور کیا ہے۔ ان کا اصل جس پر وہ اپنے تمام علم کی بُنیاد رکھتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ انسانی سوسائٹی اور تمدن کی بہبودی کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر انسان میں ضروری اشیاء پیدا کرنے کی لیاقت ہو۔ مثلاً کپاس۔ گیہوں اور آٹا وغیرہ پیدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر سکے۔ یا سفر کے لئے گھوڑوں اور بیلوں کی ضرورت ہو۔ تو مہیا کر سکے۔ ہوا اور آگ سے کام لے سکے۔ غرض وہ تمام ایسی اشیاء پیدا کر سکے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ دولت پیدا کرنا اس کے اختیار میں ہو۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس پر ان کا مدار ہے۔ دوسری بات وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس ذریعہ سے جو دولت پیدا ہو۔ اس کی تقسیم جہاں تک ہو سکے مساوی ہو۔ مثلاً مکانات ہیں۔ لباس ہیں۔ زمینیں ہیں۔ کارخانے ہیں۔ دریا اور نہریں ہیں۔ ان تمام چیزوں کی تقسیم مساویانہ طور پر ہو۔ کہتے ہیں۔ چونکہ قانون اور سوسائٹی کے سامنے سب انسان برابر ہیں۔ اس لئے دولت بھی مساوات کے ساتھ تقسیم ہونی چاہیئے۔ یہ خیالات پہلے یورپ میں موجزن ہوتے رہے۔ اور اس امر پر کتابیں بھی لکھی گئیں کہ بنی نوع انسان کی بہبودی کو مدِنظر رکھتے ہوئے۔ کیا وسائل اختیار کریں۔ کہ دولت مساوی تقسیم ہو۔ ان لوگوں کو سوشلسٹ یا کمیونسٹ کہتے ہیں ؎

پارلیمنٹ کے ذریعہ قوانین کا نفاذ

مَیں نے تحریکوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر مجھے ان دونو میں فرق نظر نہیں آیا۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان تحریکات کے نتیجہ میں جو پہلا دور شروع ہوا۔ اسوقت کے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ پارلیمنٹوں کے ذریعہ ایسے قوانین بنائے جائیں کہ ہر شخص اتنا کام کرے جتنا وہ کر سکتا ہے اور مزدوری ہر ایک کو اس کی ضروریات کے مطابق دی جائے۔ مثلاً ایک شخص ۲ من بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اور دوسرا ۳ تین من۔ تو ان دونو کو اپنی طاقت کے مطابق بوجھ اُٹھانا چاہیئے۔ اور جس کو جتنے خرچ کی ضرورت ہو۔ اتنا دے دینا چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں۔ ایک مزدور کے ۲ بچے ہوں۔ اور دوسرے کے ۱۰۔ تو ان حالات میں جس کے زیادہ بچے ہیں اسے زیادہ مزدوری دی جائے۔ اور جس کے کم ہیں۔ اسے تھوڑی۔ اس قسم کے خیالات کے ماتحت انہوں نے بعض قانون منظور بھی کرا لئے۔ مثلاً یہ کہ ۸ گھنٹوں سے زیادہ لوگ کارخانوں میں کام نہ کریں۔ اور اسی کے ذیل میں اُجرت کی حدبندی قائم کر دی گئی۔ اور کہا گیا کہ اُجرت مقرر کر دی جائے۔ یعنی یہ کہ کم از کم اتنی دی جایا کریگی۔ زیادہ کی تعیین نہیں۔ یا مثلاً اس قسم کے قوانین پاس کیئے گئے۔ جن کے نتیجہ میں دریا ریلوے اور زمینیں کسی کی شخصی جائداد نہ رہے۔ بلکہ قوم کی جائداد سمجھی جائے۔ اس قسم کے قوانین کچھ عرصہ تک پاس ہوتے رہے۔ اور لوگوں کو ان پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا رہا ؎

مارکس اور اینگل کی تعلیم

اس کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص مارکس نامی پیدا ہوا۔ یہ جرمن تھا۔ مگر نسلاً یہودی۔ دوسرا اینگل نامی شخص پیدا ہوا۔ جو جرمن تھا۔ ان دونو نے مل کر یہ اعلان کیا۔ کہ یہ جو کچھ قوانین پاس کیئے جا رہے ہیں۔ محض باتیں ہی ہیں۔ دولتمند کبھی غریبوں کو اپنی دولت نہیں دینگے۔ ادنیٰ اور غریب لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بغاوت کر کے حکومتوں کو اُڑا دیں۔ اور جب اُمراء کا خاتمہ ہو جائے۔ تو پھر ایسے رنگ میں دنیا کے تمدن کو لے آئیں۔ کہ امیروں اور غریبوں میں کچھ فرق نہ رہے۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہا۔ کہ کمیونسٹ لوگوں کو اپنے خیالات تلوار کے زور سے پھیلانے چاہئیں۔ اور امیروں کا تختہ اُلٹ دینا چاہیئے ان کے مخالف سوشلسٹ تھے۔ مارکس نے کہا۔ کہ یہ لوگ ماہرین علم اقتصادیات ہونیکا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ مگر ان کو ان باتوں سے کیا تعلق جب تک مزدور اپنے جتھے کے ذریعہ سرمایہ داروں کو تباہ نہ کر دینگے۔ اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی ۔

اعتدال پسند اور انتہا پسند

اس قسم کے خیالات رُوس میں بھی پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اور رُوس میں دو جماعتیں قائم ہوگئیں۔ ایک وہ لوگ جو اعتدال پسند کہلائے۔ یعنی وہ کہتے۔ کہ اس قسم کے تغیر کے لئے قانون بنوانے چاہئیں۔ زبردستی کسی کی دولت کو تباہ کرنا انصاف سے بعید ہے۔ دوسرا وہ گروہ تھا۔ جو لینن کی قیادت میں کھڑا ہوا۔ اور انتہا پسند کہلایا۔ یہ لوگ کہتے۔ کہ مزدوروں کو بغاوت کرنی چاہیئے۔ ان لوگوں نے اسی مقصد کے لئے بلجیم میں ایک میٹنگ کی۔ مگر حکومت نے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ پھر ان لوگوں نے ۱۹۰۳ء میں لنڈن میں میٹنگ کی۔ وہاں ان کا آپسمیں اختلاف ہوگیا۔ ایک جماعت کہتی۔ کہ رُوسی حکومت کو تباہ کر دینا چاہیئے۔ دوسری کہتی اقتصادیات کی درستی کیلئے تدابیر اختیار کی جائیں۔ چونکہ ان لوگوں میں ملی ٹینٹ کمیونسٹوں (جنگ کے قائل کمیونسٹوں) کی کثرت تھی۔ اس لئے وہ تمام لینن کے ساتھ مل گئے۔ اور چونکہ اکثریت ان کی تھی۔ اس لئے بالشویک کہلائے۔ بالشویک کے لفظی معنے اکثریت کے ہیں۔ اور یہ ملی ٹینٹ کمیونزم کی ایک شاخ ہیں۔ جو تھوڑے تھے۔ وہ مینشویک کہلائے۔ اکثریت بغاوت اور طاقت کے استعمال کے حق میں تھی۔ اور اقلیت صرف اقتصادی امور تک اپنے آپ کو محدود رکھنا چاہتی تھی۔ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ بالشویک کے معنی اکثریت کے ہیں۔ اور یہ پارٹی حکومت کر رہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ رُوس کے اکثر لوگوں کے خیالات کے موافق اس وقت حکومت ہو رہی ہے۔ بلکہ جو مزدوروں کی کانفرنس لنڈن میں ہوئی۔ اس میں چونکہ ان کی اکثریت تھی۔ اس لئے یہ بالشویک کہلائے۔ اس طرح رُوس میں فرقہ دارانہ جنگ کی بنیاد رکھدی گئی۔ اور ۱۹۰۵ء میں ایک بہت بڑی بغاوت کھڑی کی گئی۔ مگر اس میں لینن کو شکست ہوئی۔ اور وہ اپنے ملک سے بھاگ گیا ۔

لینن کے خیالات

اس تجربہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لینن نے بغاوت کو کامیاب بنانے کے لئے بعض قوانین بنائے۔ اس کے خیالات یہ تھے۔ کہ (۱) تاریخ بتاتی ہے۔ آخر حکومت مزدوروں کے ہاتھ میں آجائیگی۔ اس لئے بطور اصل حکومت ہمیشہ مزدوروں کی ہونی چاہیئے۔ (۲) مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان جنگ ہوگی۔ جس میں فتح آخر مزدوروں کو حاصل ہوگی۔ (۳) وقت آگیا ہے۔ کہ مزدور بغاوت کر کے اپنے حقوق حاصل کریں۔ (۴) اس مقصد کے لئے قانونی اور عقلی جنگ فضول ہے۔ کوئی دولتمند باتوں کے ذریعہ اپنی دولت چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے جنگ شروع کر دو۔ تو فوراً مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اور وہ مقصد یہ ہے۔ کہ دولتمندوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو تباہ کر دیا جائے ٭

بغاوت کو فروغ دینے کے طریق

لینن نے لکھا ہے۔ بغاوت ایک لطیف فن ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے۔ بغاوت بچوں کا کھیل نہیں اسے شروع کیا جائے تو انتہائی نقطہ تک پہنچانا چاہیئے۔ اور تمام مخالفوں کو تباہ کر دیا جائے۔ بغاوت کے لئے موزون مقام کا انتخاب کیا جائے۔ اس مقام پر اپنی طاقتوں کو جمع کیا جائے۔ اور وہ طاقتیں دشمن کی طاقت سے زیادہ ہوں۔ دفاع میں جنگ نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دفاع بغاوت کے لئے موت ہے۔ بلکہ متواتر دشمن پر حملے کرنے چاہئیں۔ اور یہ حملے اچانک ہوں ایسے وقت ہوں۔ جب حکومت کو مشکلات درپیش ہوں۔ افواج منتشر ہوں۔ اور حکومت کے افسروں کی اخلاقی طاقت مضمحل ہو چکی ہو۔ فتح کے بعد بھی جنگ کو جاری رکھا جائے اور اپنے حکام کے احکام کو ہر حالت میں یوں مانا جائے جیسے جنگ میں ان کی تعمیل کی جاتی ہے۔ مزدوروں کی پارٹی فوجی نظام کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے۔ پولیٹیکل پولیس قائم کی جائے۔ اور ایسے لوگ تیار رکھے جائیں۔ جو مخالفوں پر فوراً حملہ کر سکیں۔ اس کے متعلق وہ یہ بھی ہدایت دیتا ہے۔ کہ حملہ سختی سے کیا جائے۔ اور فوراً کیا جائے۔ لینن کی اس تعلیم کے ماتحت آخر روس میں ۱۹۱۷ء میں بغاوت ہوئی۔ سپاہ وغیرہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔ ابتداءً ان لوگوں کی تمام زمینیں اور جاگیریں شاہی زمینیں قرار دیکر ضبط کر لی گئیں۔ پھر تجارتی کارخانے ضبط کر لئے گئے۔ اور جو ایسے سامان تھے۔ جن سے دولت کمائی جا سکتی تھی۔ وہ بھی حکومت کے قرار دیئے گئے ٭

تشدد کی وجہ

یہ تفصیل سُننے کے بعد ہر شخص کے دل میں خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ آخر ان لوگوں کے دلوں میں اس قدر سختی کیوں پیدا ہوئی۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وکذلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون (انعام) یعنی ہم نے بعض دفعہ ایک ظالم قوم سے بدلہ لینے کے لئے اس پر کسی اور ظالم کو حکمران کر دیتے ہیں۔ دراصل یورپ کے قوانین اقتصاد نہایت ظالمانہ تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ سب سے بڑھکر رُوس جو یورُپ کا نقال ہے۔ وہ اس ظلم تعدی اور بے انصافی میں تمام یورُپ سے بڑھا ہُوا تھا۔ اس لئے یورُپ کے کمیونسٹ تو اعتدال پسند رہے۔ مگر رُوسی کمیونسٹ انتہا پسند ہو گئے ٭

مغربی تہذیب و تمدن کا اثر

پھر ایک اور بات یہ ہے۔ کہ موجودہ مغربی تہذیب کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ لوگوں میں ایسے خیالات پیدا ہوتے۔ یورپ میں ایک عجیب قسم کی غلامی ہے۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ زمین صرف چند لوگوں کے ہاتھ میں رہے۔ مَیں نے خود تو نہیں پڑھا۔ مگر ایک انگریز پروفیسر نے مجھے بتایا۔ کہ انگلستان میں صرف چوالیس ہزار کسان زمینوں کے مالک ہیں۔ مالکان اراضی کی اس قلت کی وجہ یہ ہے۔ کہ جائداد سب ورثا میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ صرف بڑا بیٹا مالک ہوتا ہے۔ اس غلط قانون سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگوں کے اندر مساوات حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ یورپ کے قوانین ایسے ہیں۔ جن سے مساوات کی بجائے تفریق واقع ہوتی ہے۔ اور زمین صرف چند لوگوں کے قبضہ میں ہی رہتی ہے۔ باقی رشتہ داروں کا اس پر کوئی حق نہیں ہوتا پھر ہمارے ملک میں زمینوں پر ٹیکس ہوتا ہے۔ زمینوں کے مالک تو لوگ ہوتے ہیں۔ مگر ٹیکس رعایا پر صرف کیا جاتا ہے مثلاً فی گھماؤں ۲ روپے سالانہ ٹیکس ہے۔ ولایت میں زمینوں پر اس قسم کا ٹیکس بالکل نہیں۔ چونکہ زمینیں صرف بادشاہوں یا اُمراء کے پاس تھیں۔ اور وہی قانون بنانے والے تھے۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ انہوں نے زمینوں پر وہ ٹیکس نہ لگایا۔ جس سے رعایا کی پرورش ہوتی ہے۔ اور اس طرح لوگ اپنے حقوق سے محروم ہو گئے۔ کارخانہ داروں نے بھی دیکھا دیکھی ایسا کرنا شروع کر دیا۔ کہ بڑے بیٹے کے نام اپنی تمام جائداد لکھ دیتے۔ علاوہ ازیں سود کی وجہ سے بھی دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع ہو گئی ؎

رُوس کے مخصوص حالات

اب مَیں رُوس کے مخصوص حالات بیان کرتا ہوں۔ جس سے بالشویک ازم پیدا ہُوا۔ سب سے پہلے مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ زار وہی لفظ ہے۔ جسے عربی میں قیصر کہتے ہیں۔ قیصر کا رُوسی تلفظ زار ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں مشرقی اور مغربی چرچ دونو کو مرتد قرار دے کر ماسکو کو تیسرا روم قرار دیا گیا۔ اور زارِ رُوس کو یسوع کا خلیفہ قرار دیکر دین و دنیا دونو کا مختار بنایا گیا۔ ۱۵۹۷ء میں رُوس میں کسانوں کو منع کر دیا گیا۔ کہ وہ ایک زمیندار کا کام چھوڑ کر دوسرے کے پاس جائیں گویا غلام تھے۔ اگر اس حکم کی خلاف ورزی کرتے۔ تو قانونی جرم سمجھا جاتا۔ اور انہیں سزا دی جاتی۔ ۱۸۶۱ء میں اگرچہ یہ قانون بدل گیا۔ مگر آخری زار جو ۱۹۱۷ء میں ہلاک ہُوا۔ اس کے پاس جو عرضداشت بھیجی گئی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ رُوس میں کسقدر مظالم ہو رہے تھے۔ وہ لوگ درخواست کرتے ہیں۔ کہ ہمیں ضمیر کی آزادی دی جائے۔ وہاں ایک مسلمان شخص تو عیسائی ہو سکتا تھا۔ مگر عیسائی مسلمان نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ کوئی اور مذہب اختیار کر سکتا تھا۔ پھر یہاں پولیس کسی کی گرفتاری پر اس کا جرم بتلاتی ہے۔ لیکن رُوس میں پولیس کو یہ حق حاصل تھا۔ کہ وہ جب چاہے۔ بغیر کسی وجہ بتائے کے گرفتار کرے۔ تقریر اور تحریر کی اجازت نہیں تھی۔ انجمنیں بنانے اور ممبر بننے کی اجازت نہیں تھی۔ قانون حاکم و محکوم کے لئے یکساں نہ تھا۔ لوگوں نے درخواست کی۔ کہ قانون بڑوں اور چھوٹوں سب کے لئے یکساں کر دیا جائے۔ پھر درخواست کی گئی۔ کہ ہمیں زار سے ملنے اور بات کرنے کا حق حاصل ہو۔ نیز اگر کثرت رائے بادشاہ کو معلوم ہو جائے۔ تو وہ اس کا احترام کرے۔ مگر جب زار نے ان امور کی طرف توجہ نہ کی۔ تو ان دقتوں کی وجہ سے بالشویک ازم کی تحریک وسیع ہو گئی ؎

بالشویکی تعلیم

ان لوگوں کی تعلیم یہ ہے۔ کہ سرمایہ زمین اور دیگر ذرائع معاش عوام کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔ مگر چونکہ وہ خود انتظام نہیں کر سکتے۔ اس لئے خود مختار حاکم ہونے چاہئیں۔ جو انکی طرف سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انتظام کریں۔ اور یہ انتظام وہ اپنی مجالس کے ذریعہ کرتے ہیں۔ ان کی مجالس کا طریق انتخاب یہ ہے۔ کہ بالشویکوں کے سوا نہ کوئی ووٹ دے سکتا ہے۔ اور نہ ہی ممبر بن سکتا ہے۔ بالشویکوں کی تعداد آجکل سات لاکھ خیال کی جاتی ہے۔ اور یہ سات لاکھ ۱۴ کروڑ افراد کے متعلق جو چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بیس لاکھ اشخاص بالشویک بننے کے امیدوار ہیں۔ گویا ایک لمیٹڈ کمپنی اور سیکرٹ سوسائٹی ہے۔ مسلمانوں میں تو اگر کوئی غیر مذہب والا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھ کر شامل ہو جائے۔ تو اسے فوراً تمام حقوق مل جاتے ہیں۔ مگر بالشویک ازم میں داخل کرنے کے لئے لوگ پہلے امیدوار قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر اگر وہاں کی کونسل منظور کرے۔ تو انتخاب میں آسکتے ہیں۔ وہاں چونکہ انجمنیں حلقہ وار ہیں۔ اس لئے پہلے گاؤں میں انتخاب ہوتا ہے۔ گاؤں کے منتخب شدہ تحصیل میں ووٹ دیتے ہیں۔ تحصیلوں کے منتخب شدہ ضلعوں میں۔ ضلعوں والے کمشنریوں میں۔ پھر صوبہ میں انتخاب ہوتا ہے۔ ساتویں درجہ پر آکر اکیس آدمی رہ جاتے ہیں۔ وہ اکیس آدمی اپنے میں سے ۹ آدمی منتخب کرتے ہیں اور پھر وہ نو اشخاص ایک منتخب کرتے ہیں جسے ڈکٹیٹر یعنی مطلق العنان حاکم کہا جاتا ہے۔ اس کا ہر حکم مانا جاتا اور اس کی پوری طرح اطاعت کی جاتی ہے۔ اس طرح سے جمہوریت اور شخصی آزادی کچل دی گئی ہے۔ اور حکومت صرف چند آدمیوں کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ میری رائے میں اسے کسی رنگ میں جمہوریت نہیں کہا جا سکتا ؎

رشتۂ ازدواج کی بے حرمتی

ان لوگوں کے بعض اور عقائد یہ ہیں۔ کہ انہوں نے رشتہ ازدواج کے تقدس کو بالکل توڑ دیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ نہ خدا ہے۔ نہ کوئی رسول۔ مذہب محض ڈھکوسلے کی ٹٹی ہے۔ اس لئے ان میں موسمی شادیاں ہوتی ہیں۔ جیسے لوگ کشمیر میں موسم گذارنے کے لئے جائیں تو وہاں شادی کر لیں۔ اور جب آجائیں تو شادی ختم ہو جائے۔ اسی طرح ان میں مصاحبت کی ترغیب بھی ہوتی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ ماں باپ بیٹا اور بیٹی کا تقدس ان میں بالکل باقی نہیں رہا۔ بالشویک کہتے ہیں۔ کہ اس طریق پر جو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی حکومت ذمہ دار ہے۔ حالانکہ ایسے بچے اپنے ماں باپ اور افسروں کی بھی پروا نہیں کرتے۔ لینن کی بیوی کی ایک تحریر کے مطابق اس وقت روس میں چار لاکھ ایسے بچے موجود ہیں جو بالشویک ازم کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ لکھتی ہے۔ یہ آوارہ گردوں اور بدمعاشوں کا گروہ ہے جو پیدا ہو رہا ہے۔ ایک اور روسی عورت چھ لاکھ کا اندازہ بتلاتی ہے (پیرس میں ایک روسی قونصل تھا اس کی بیوی کا یہ بیان ہے) چونکہ انکے مکانات بھی حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ اس لئے وہ عموماً بہت تنگ گندے اور ناکافی ہوتے ہیں۔ مکانات بنانے والے بھی نہایت لاپرواہی سے بناتے ہیں۔ اور چھ ماہ کے بعد ہی مرمت کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے کام کا دینا بھی حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہیں دیں۔ اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ مطبع۔ پوسٹ آفس۔ ٹیلیگراف۔ ریلوے۔ سب ان کے ہاتھ میں ہے۔ غرض انہوں نے اس طرح لوگوں کو اپنے قابو میں کیا۔ کہ پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جائدادیں چھینیں۔ مکانات سے نکالا۔ اور آخر خلاف ورزی کرنے والوں کو جرمانہ قید۔ حبس دوام یا قتل کی سزا تک پہنچا دیا۔ اور یہ سب کچھ پولیس کے اختیار میں ہے۔ وہی پکڑتی اور وہی مقدمات کا فیصلہ کرتی اور سزائیں دیتی ہے۔ لوگوں کا خیال تھا۔ کہ زارِ رُوس ظلم کرتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس کو تباہ کیا۔ اس کے بعد جب لوگوں نے دیکھا کہ لینن بھی ظلم کر رہا ہے۔ تو ۱۹۲۵ء میں انہوں نے لینن پر گولی چلا دی۔ جس سے لینن تو بچ گیا۔ صرف مجروح ہوا۔ مگر انارکسٹ پارٹی کے پانچ ہزار چوٹی کے آدمیوں کو چُن چُن کر ہلاک کر دیا گیا ٭

بداخلاقی کی انتہاء

بالشویکوں میں دہریت کی وجہ سے بداخلاقی بہت بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ اخلاق کا بُنیادی پتھر ایمان باللہ ہے۔ چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں اور ان کا اعتقاد ہے۔ کہ مرنے کے بعد کوئی اخروی حیات نہیں۔ اس لئے وہ بداخلاقیوں کے نہایت دلیری سے مرتکب ہوتے ہیں خود بالشویکوں کے بعض اخبارات کی رائے ہے۔ کہ جیسے شہر کا گند ایک تالاب میں آجاتا ہے۔ اسی طرح ہماری قوم کی تمام بدکاریوں کا مجموعہ افسر ہیں۔ عورتوں کے متعلق ان میں ایک ٹرم ہوگئی ہے۔ کہ جب کوئی عورت کسی کام کے لئے ان کے پاس آئے۔ تو کہتے ہیں۔ میرے ساتھ بدکاری کرو۔ میں تمہارا کام کر دونگا ٭

خودکشی بالشویکوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اور بالخصوص عورتوں میں۔ پھر شراب کو انہوں نے عام کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رُوسی حکومت ایک جال ہے۔ جس میں لوگ ماہئ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ وہاں نہریں۔ دریا۔ کارخانے سب حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ حکومت کام کے بدلے معمولی سی مزدوری دیدیتی ہے ٭

اسلام کی تعلیم مساوات

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ مساوات اسلام نے کس طرح پیدا کرنی چاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے جو مال و دولت کے متعلق قوانین بیان فرمائے ہیں۔ وہ اس لئے ہیں کہ کی لایکون دولۃً بین الاغنیاء۔ کہ تا روپیہ غنیوں اور امیروں کے پاس جمع نہ رہے۔ بلکہ لوگوں میں تقسیم ہوتا رہے ٭

جس طرح طب سے قرآن مجید کی تفسیر ہوتی ہے۔ اسی طرح یورپ نے تمدن سائیکالوجی اور اکنومسٹ کے متعلق جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان سے قرآن مجید کی صداقت واضح ہوتی ہے۔ یہ بالکل صحیح بات ہے۔ کہ مذہب کا مرکزی نکتہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پس ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم یورپ کے خیالات معلوم کریں۔ اور ان کا مقابلہ کریں۔ اگر اس طرح ہم کام کرینگے۔ تو ہماری تبلیغ میں بہت آسانی ہو جائے گی ٭

علماء کا فرض

اس مقصد کو حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ہمارے علماء کو انگریزی پر عبور حاصل ہو۔ اور وہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں۔ دوسرے انگریزی خوان طبقہ اس طرف توجہ کرے یا پھر ایک محکمہ ہو۔ جو انگریزی کُتب کے تراجم شائع کرے۔ تاکہ لوگوں کو ان کی باتوں سے واقفیت ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری ایک دفعہ ایک جرمن سے اسلامی مساوات پر گفتگو ہوئی۔ وہ کہنے لگا۔ مَیں محسوس کرتا ہوں۔ کہ اسوقت تمھیں وحی ہو رہی ہے۔ اور اس کے زور سے تم یہ باتیں کر رہے ہو۔ مَیں نے کہا۔ یہ تازہ وحی نہیں۔ بلکہ چودہ سو سال کی وحی کا اثر ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔ آپ ان باتوں کو یورپ میں کیوں نہیں پھیلاتے۔ مَیں نے کہا۔ یوروپین لوگوں میں تکبّر بہت ہے۔ بات سُننے کے لئے تیار ہی نہیں۔ کہنے لگا۔ اس جنگ میں تو اللہ تعالیٰ نے یوروپین لوگوں کے تکبّر کو خوب کُچل دیا ہے۔ میری صحت اچھی نہیں آنکھیں کمزور ہیں۔ اس لئے مَیں خود مطالعہ نہیں کر سکتا۔ احباب دُعا کریں ممکن ہے بیس سال کے بعد اب پھر مجھے اللہ تعالیٰ توفیق دیدے۔ کہ مَیں اس مضمون پر کوئی رسالہ لکھوں۔ لیکن اگر مَیں نہ لکھ سکوں۔ تو علماء کو چاہیئے۔ کہ وہ یورُپ کے فلسفہ کے مقابلہ میں قرآن مجید پر غور کریں ٭

قانونِ وراثت اور مسئلہ سُود

اسلام کی تعلیم کے متعلق مَیں صرف اتنا کہتا ہوں۔ کہ ہمارا قانونِ وراثت ایسا ہے۔ کہ وہ کبھی ایک ہاتھ میں دولت جمع ہونے ہی نہیں دیتا خواہ کارخانے ہوں۔ مکانات ہوں۔ زمینیں ہوں۔ سب تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام نے جو سُود کو منع کیا ہے۔ وہ بھی سرمایہ کے ایک جگہ جمع ہو جانے میں حائل ہے۔ اگر اسی مسئلہ پر عمل کیا جائے۔ تو چند ہاتھوں میں دولت کبھی جمع نہ ہو سکے ٭

رُوس سے جماعت احمدیہ کا تعلق

مَیں اور زیادہ اس مضمون کو وسیع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرا وقت ختم ہو رہا ہے۔ اب مَیں صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ رُوس سے ہماری جماعت کا خاص تعلق ہے۔ جب جاپان سے جنگ ہوئی۔ تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہُوا۔ "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"۔ اسی طرح ایک کشف میں فرمایا کہ زارِ رُوس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ آخر رُوس میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اسی طرح بخارا بھی رُوس کا حصہ ہے۔ اور بخارا کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت ملی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں ان پیشگوئیوں کا یہ مطلب ہے۔ کہ اب اسلام وہاں بہت جلد پھیلنے والا ہے۔ زارِ رُوس تباہ ہُوا۔ ظالمانہ قانون تباہ ہوئے۔ اور وہاں کے لوگ یوں ہو گئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قاعًا صفصفا۔ اب وہ اس بات کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ کہ سچے دل سے لا اِلٰہَ اِلّا اللہ پڑھیں اسلامی تعلیم پر عمل کریں۔ اور ان لوگوں کے شکر گذار ہوں۔ جو ان کے سامنے یہ باتیں پیش کریں۔ (تقریر جلسہ سالانہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیشگوئیوں میں مخفی شرائط کا ثبوت

پیشگوئیوں کے متعلق بہت سے اصول ہیں۔ اگر کوئی طالب حق اور انصاف پسند خدا ترسی کے ساتھ ان اصولوں کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیشگوئیوں پر نظر ڈالے۔ تو یقیناً اسے حضورؑ کی ہر ایک پیشگوئی کی تصدیق کرنا پڑیگی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگ ضد اور تعصّب کی رَو میں بہ جاتے ہیں۔ اور جہالت کے علاوہ عداوت اور بُغض کی پٹّی ان کی آنکھوں پر بندھی ہوتی ہے۔ پس ایسے لوگوں سے کسطرح امید کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ کسی صحیح نتیجہ پر پُہنچ سکتے ہیں۔ مگر ہاں دنیا میں عدل پسند اور جویان صداقت کا بھی قحط نہیں ہے۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ منہاج نبوّت اور انبیاء سلف کی پیشگوئیوں کے طریق پر حضرت اقدس علیہ السّلام کی پیشگوئیوں کو پرکھیں۔ اور آپؑ کے دعاوی پر غور کریں۔ تاکہ انہیں حقیقۃ الامر معلوم ہوسکے ؁

پیشگوئیوں کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ بعض دفعہ ایک پیشگوئی میں بعض ایسی مخفی شرائط بھی ہوتی ہیں کہ جن کے ساتھ اس خبر کا وقوع یا عدم وقوع مشروط ہوتا ہے۔ اور مُلہم اور مدعی کو کہ جسے وہ خبر دی جاتی ہے۔ ان شرائط کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ بسا اوقات اس پیشگوئی اور خبر کو غیر مشروط ہی سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ اس کی کئی مثالیں انبیاء سلفؑ کے حالات میں اور اسلامی روایات میں سے ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السّلام کی پیشگوئی تھی۔ کہ ان کی قوم پر فلاں وقت تک عذاب نازل ہوجائیگا۔ اور اس کے ساتھ کوئی شرط مذکور نہ تھی۔ اس لئے حضرت یونس علیہ السّلام اسے اٹل اور قطعی سمجھتے رہے۔ لیکن ان کی قوم نے جب خدا کے گریہ وزاری کی۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو اس موعود عذاب سے بچالیا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید۔ احادیث اور بائیبل میں بھی موجود ہے۔ یہ تو وعید کی مثال تھی۔ وعدوں میں بھی ایسا ہوجاتا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہؓ جب شہید ہوئے۔ اور انہیں دربارِ الٰہی میں باریابی کا شرف نصیب ہُوا۔ تو ارشادِ باری ہُوا۔ یا عبدی تمنّ علیّ اعطك مانگ جو تُو چاہتا ہے۔ مَیں تجھے دونگا۔ اسپر حضرت عبداللہؓ نے زندہ ہوکر دنیا میں واپس آنا مانگا۔ تاکہ خدا کی راہ میں وہ پھر شہید ہوں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ اس قادرِ مطلق خدا نے اپنے اس شہید و مقبول بندے سے کوئی مشروط وعدہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ اس میں کسی قسم کا استثناء تھا۔ کہ فلاں فلاں بات کا مطالبہ نہ کرنا۔ لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری نہ کی۔ اور صاف فرمادیا۔ کہ تمھاری یہ بات میں قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مَیں قرآن مجید میں یہ اعلان کرچکا ہوں۔ کہ جس کو مَیں وفات دیدونگا اسے واپس دنیا میں نہیں بھیجونگا۔ قد سبق القول منی انھم لا یرجعون (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۹)۔ اس قسم کی مثالوں میں سے ایک مثال مندرجہ ذیل واقعہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو صحیح مُسلم میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ان رسول اللہ صلعم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصبح یوماً واجماً فقالت میمونۃ یارسول اللہ لقد استنکرت ھیئتک منذ الیوم قال رسول اللہ صلعم ان جبریل کان وعدنی ان یلقانی اللیلۃ فلم یلقنی..... فلما امسی لقیہ جبریئل علیہ السّلام فقال لہ قد کنت وعدتنی ان تلقانی البارحۃ قال اجل ولکن لا ندخل بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ (مُسلم مصری جلد ۲ صفحہ ۱۹۰) یعنی ایک دن رسول مقبول صلعم نہایت ہی غمگین اور پریشان خاطر تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کسی سے کلام بھی نہ کرتے تھے۔ اور سارا دن آپؐ کی یہی حالت رہی۔ حضرت میمونہؓ نے آپؐ سے غم و پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا جبریل علیہ السّلام نے مجھ سے گذشتہ رات ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ اب تک نہیں آئے۔ اگلے روز جب شام ہوئی۔ تو حضرت جبرئیلؑ آگئے۔ آپؐ نے اُن سے کہا۔ کہ آپ نے تو گذشتہ رات آنے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ کہ بے شک مَیں نے وعدہ تو کیا تھا لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہُوا کرتے۔ جس میں کُتّا یا صورت ہو۔ اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ وعدوں اور پیشگوئی میں بعض ایسی شرائط بھی ہوتی ہیں۔ کہ وہ لفظاً تو مذکور نہیں ہوتیں۔ مگر مخفی طور پر ملحوظ ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے وعدہ میں یہ ہرگز مذکور نہیں تھا۔ کہ مَیں اس شرط پر کل رات آؤنگا۔ کہ آپؐ کے گھر میں کُتّا یا تصویر نہ ہو۔ بلکہ ظاہراً یہ وعدہ غیر مشروط ہی تھا۔ اور حضورؐ بھی اسے غیر مشروط ہی سمجھتے رہے ورنہ حضرت رسول مقبول صلعم ہرگز اس طرح بے چینی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ اور نہ سارا دن غمگینی اور محزونی سے گذارتے۔ اور نہ اگلے روز حضرت جبرئیلؑ کے آنے پر ان سے عدم ایفاء وعدہ کی شکایت ہی کرتے۔ بس حقیقت یہی ہے۔ کہ بعض مخفی شرائط بعض وعدوں میں ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا علم خود شخص کو بھی نہیں ہوتا۔ کہ جس سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں کتاب السراج الوہاج شرح مُسلم بن الحجاج میں لکھا ہے:۔ فیہ التنبیہ علی الوثوق بوعد اللہ ورسلہ لکن قد یکون للشئ شرط فیتوقف علی حصولہ او تخیل بوقت و یکون غیر مؤقت بہ و نحو ذالک۔ یعنی اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ کبھی ایک وعدے کے لئے ایسی شرط ہوتی ہے۔ کہ جس کے پائے جانے پر اس کا ظہور یا عدم ظہور موقوف ہوتا ہے۔ یا یہ کہ کبھی ایک وعدہ غیر مؤقت ہوتا ہے۔ یعنی اس سے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ مگر اس کو ایک خاص وقت کے لئے سمجھ لیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (جلد دوم صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح بخاری و مُسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں ایک دفعہ سورج گرہن ہُوا۔ تو حضورؐ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ اور خیال کر لیا۔ کہ قیامت آگئی۔ خسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلعم فقام فزعاً یخشی ان تکون الساعۃ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضورؐ نے ان تمام پیشگوئیوں اور اخبار کو جن کا قبل از قیامت وقوع پذیر ہونا حضورؐ کو بتایا گیا تھا۔ مشروط بشرائط مخفیہ سمجھ لیا تھا۔ ورنہ خروج دجال اور نزول مسیحؑ وغیرہ وغیرہ آیات کے ظاہر ہونے سے قبل ہی قیام قیامت کا خیال کس طرح آسکتا تھا۔ کیا نعوذ باللہ حضورؐ کو ان خدائی وعدوں پر یقین نہ رہا تھا۔ حاشا و کلا۔ حضورؐ کو یقین تھا اور کامل یقین تھا۔ ہاں حضورؐ نے خیال کیا۔ کہ شاید ان وعدوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ کوئی مخفی شرائط ہوں۔ جن کا مجھے علم نہیں دیا گیا۔ اور وہ شرائط نہ پائی گئی ہوں۔ اس وجہ سے قیامت آگئی ہے چنانچہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے۔ قیل لعل حالۃ استحضار امکان القدرۃ غلبت علی استحضار ما تقدم من الشروط لاحتمال ان تکون تلک الاشراط کانت مشروطۃ لم یتقدم ذکرہ فیقع المخوف بغیر اشراط لفقد الشرط یعنی احتمال ہے کہ باقی شرائط قیامت کسی ایسی غیر مذکور شرط سے مشروط ہوں۔ کہ جس کے فقدان کی وجہ سے قیامت آگئی ؏

ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حضور علیہ السّلام نے ان تمام اخبار کو منسوخ خیال کر لیا ہو۔ چنانچہ عمدۃ الاحکام کے محشی نے لکھا ہے "آپؐ نے شاید ان احکام الٰہی کا جن میں خروج دجّال وغیرہ وغیرہ اعلانات قیامت مذکور ہیں۔ فسخ گمان کیا ہو" (زبدۃ المرام فی ترجمۃ عمدۃ الاحکام صفحہ ۳۲)

سو اگر یہ وجہ تھی۔ تو اخبار میں عدم نسخ کے قائلین کے خلاف اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں :- کہ میرے نزدیک اس حدیث سے نسخ فی الاخبار کا احتمال بھی نکلتا ہے۔ ثم ظھر لی انّہ یحتمل ان یخرج علی مسئلۃ دخول النسخ فی الاخبار (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۷) (جامعہ احمدیہ)

متقدمین کے علم کلام نے کیا نقصان پہنچایا

اوّل یہ کہ متقدمین نے علم کلام کو محض فرق اسلامیہ سے مخصوص قرار دیا ہے۔ دوسرے مذاہب مدِنظر ہی نہیں ہیں۔ دوم۔ بیشتر حصہ اثبات عقاید کے رنگ میں رکھا ہے۔ تردیدی اور الزامی رنگ میں نہیں ہے۔ سوم۔ قرآنی دلائل یا سُنّت و اجماع کے دلائل کو سماعی قرار دیا ہے۔ کہ چونکہ قرآن یہ کہتا ہے چونکہ سُنّت یہ کہتی ہے۔ یا مسلمانوں کی شریعت یہ کہتی ہے۔ اس لئے مان لو ؏ پس

اوّل۔ یہ کہدینا کہ قرآن یا سُنّت یا اجماع کہتا ہے۔ اس لئے مان لو۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعتراف کیا جائے۔ گویا معقولی واستدلالی طرز ایسا کمزور ہے۔ کہ اب اور کوئی دلیل منوانے کی ہمارے پاس نہیں۔ دوئم۔ یہ کہنے والا غیر مذاہب کے مقابلہ میں بالکل کچا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ احمدیوں کے سوا دوسرے علماء غیر مذاہب کے مقابلہ میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ نہ تو غیر مذاہب کی کُتب دیکھیں۔ اور نہ ہی قرآن سے استنباط کر سکیں۔ اس لئے نہ اثبات عقائد کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے اعتراضات کے جوابات دے سکتے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی کسی غیر کا مقابلہ کریگا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے یا آپؑ کے خلفاء یا آپؑ کے غلاموں کی بنائی ہوئی کتابوں سے مدد لیکر۔ جب کوئی جواب نہ بن آیا تو کہدیا۔ قرآن میں یوں لکھا ہے۔ مگر غیر مذاہب والوں کو یہ دلیل کیونکر مطمئن کر سکتی ہے۔ جبکہ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کو ہی نہیں مانتے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُمّت مُسلمہ، دوسروں کے آگے سرنگوں ہو گئی۔ اور ایک کافی حصّہ دوسرے مذاہب کا شکار ہو گیا +

سوئم۔ یہ کہ ایسا شخص اسلامی عقائد و اعمال کا فلسفہ ہرگز نہیں بیان کر سکتا۔ پس روحانیات میں نہ وہ خود ترقی کر سکتا ہے۔ اور نہ اپنے معتقدوں کی روحانی ترقی کا باعث ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس علم کلام کو پڑھنے والے روز بروز رُوحانیات اور فلسفہ احکام سے بے خبر و بے بہرہ ہوتے گئے۔ اور وُہی حدیث ان کے حق میں ثابت ہوئی۔ کہ اتخذوا الناس رؤسا جہالا فافتوا بغیر علم فضلّوا و اضلّوا +

ان تینوں باتوں کی وجہ سے جو میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں اُمّت مُسلمہ گرفتار ہو گئی۔ اور اعتقادیات کے کمزور بلکہ ناقص علم کلام کی وجہ سے عملیات میں بے حد غلطیاں واقع ہوئیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل نقائص لازم آئے :۔

اوّل :۔ تمام سابقہ کتب الہامیہ پر قرآن پاک کی افضلیت و اکملیت کا مضمون مع اپنی تمام جزئیات کے نظر انداز ہو گیا +

دوم :۔ اسلامی عقائد اور اسلامی اعمال کا فلسفہ بمقابلہ دیگر مذاہب کے عقائد و اعمال کے نظر انداز ہو گیا +

سوم :۔ تمام انبیاءؑ کے مقابل پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا مضمون بھی رہ گیا +

چہارم :۔ اُمّت مُسلمہ کا اوّلین فرض جس کی وجہ سے وہ کنتم خیر امة کی مصداق تھی۔ کما حقہ ادا نہ ہُوا۔ اور تمام کوشش اندرونی فرقوں تک محدود رہی +

پنجم :۔ چونکہ علم کلام میں اشرف و اعلیٰ چیز۔ بحث توحید و صفات الٰہی کا مضمون ہوتی ہے۔ اس لئے غیر مذاہب کو مدِّ نظر نہ رکھنے سے اس مضمون کی خوبیاں بھی پس پردہ رہیں۔ ساتھ ہی بوجہ عدم توجّہ کے خود متقدّمین کی معرفت بھی اس مقام تک نہ پہنچی۔ جہاں پر ان لوگوں کی معرفت پہنچی۔ جنہوں نے دیگر مذاہب کے ساتھ مناظرات کرنے میں صفات الٰہیّہ پر غور و فکر کیا۔ کیونکہ کامل معرفت کے لئے صفات الٰہیّہ کا پورا علم ہونا ضروری ہے۔ (میری مراد متقدّمین سے وہ لوگ ہیں۔ جو ان علوم کو مدوّن کرنے والے ہیں)

غرضیکہ اِسلام کے محاسن جو غیر مذاہب کے مقابل پر تھے۔ وہ سب کے سب نظر انداز ہو گئے +

(مولانا غلام احمد صاحب مجاہد کی تقریر جلسہ سالانہ سے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویوز

جامعہ احمدیہ

جامعہ احمدیہ کے طلباء نے پھر اپنا رسالہ جامعہ شائع کیا ہے۔ خدا تعالیٰ استقلال کی توفیق بخشے یہ رسالہ جو بادارت مولانا محمد سلیم صاحب مولوی فاضل نکلا ہے بہت سے مفید علمی مضامین پر مشتمل ہے ابتدا میں تبلیغی وفد جامعہ احمدیہ کے ممبران کا فوٹو ہے۔ امید ہے کہ احباب جماعت اس کی خریداری سے طلباء کا حوصلہ بڑھائینگے۔ کتابت طباعت کاغذ خوشنما۔ عربی حصہ میں مولانا فاضل راجیکی کا قصیدہ بصنعت غیر منقوط قابل داد ہے ✦

احمد جری اللہ

یہ ٹریکٹ پراونشل انجمن احمدیہ صوبہ سرحد نے شائع کیا ہے جو تبلیغ احمدیت کا چالیسواں نمبر ہے خدا جزاء خیر دے دیرینہ کرم فرما قاضی محمد یوسف صاحب کو جو ہمیں بھولے ہوئے سبق یاد دلاتے رہتے ہیں ✦

احمدی جنتری سنہ ۱۹۳۳ء

برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب ہر سال جنتری شائع فرمایا کرتے ہیں جس میں علاوہ قمری و عیسوی تاریخوں کے نہایت مفید تبلیغی پر از معلومات مضامین بھی درج ہوتے ہیں سنہ ۱۹۳۳ء کی جنتری بھی ایسی ہی عمدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح عمری بھی درج ہیں۔ فی کاپی ۲/- ایک روپے کی ۸ ✦

تحفۂ اکرم

میں مبارک دیتا ہوں اپنے محسن و مخدوم حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو کہ ان کے فرزند ارجمند حکیم مفتی محمد منظور صاحب نے یہ تحفۂ اکرم۔ عیسائی مذہب کی تردید میں نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی کتب و مسائل مخصوصہ کو عزیز موصوف نے نہایت غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ میں احباب سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو منگوا کر ضرور اپنے معلومات میں اضافہ فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ اسے قابل قدر پائینگے۔ اور کئی نئی باتوں سے مستفید ہونگے۔ الوہیت مسیح کی خوب تردید ہے۔ حجم ۱۵۴ صفحے $\frac{20 \times 26}{16}$ قیمت علاوہ محصول ڈاک ۶/

ملنے کا پتہ :- محمد یامین تاجر کتب قادیان (پنجاب)

فتوحات الٰہیہ

ابو العطاء مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری مبشر بلاد اسلامیہ اپنے اہم فرض سے کچھ نہ کچھ نکال ہی لیتے ہیں۔ آپ نے رسالہ زیر ریویو میں سورۃ الحمد کے متعلق آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا مدلل و مسکت خصم جواب دیا ہے۔ حجم ۱۳۴ صفحے قیمت ۴/ ملنے کا پتہ :- مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت۔ قادیان (پنجاب)

ڈابر جنتری سنہ ۱۹۳۳ء

ناظرین کرام! ریویو آف ریلیجنز کے ہر رسالے کے ٹائیٹل پیج پر ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ کی ادویات کا اشتہار پڑھتے ہیں۔ یہ جنتری بھی اسی کارخانے کی طرف سے شائع ہوتی ہے۔ جو بہت خوبصورت ہے۔ اور اس میں تمام دوائیوں کے نام قیمت اور فوائد درج ہیں۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ڈابر دواؤں کے نمونہ کا بکس ۱/۸ روپے میں۔ اور سامان زیبائش کے نمونے کا بکس ۱۰/ میں ملے گا ✦

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منعقدہ
اسٹار ٹریڈ مارک رجسٹرڈ
سنہ ۱۹۸۴ء

ٹی ایس
ڈاکٹر۔ایس۔کے۔برمن
لمیٹڈ

کلکتہ

پچاس برس سے مشہور و معروف دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

دافع امراض مستورات اور مقوّی

ابلاری (REGD)

(امراض مستورات کی دوا)

بہ کمزور رحم کو قوی کرتی ہے۔ سالہا سال کی آزمودہ اور مشہور ہماری اس دوا کے استعمال سے خرابی حیض اور پردرد کے علاوہ کمر۔ پیٹھ۔ پیڑو۔ ران اور سر وغیرہ کا درد جلد دُور ہوتا ہے۔

قیمت فی شیشی ڈھائی روپیہ عہ؍
محصول ڈاک دس آنہ ۱۰؍

کولاریا (REG D.)

(کولا ٹانک)

دماغ۔ رگیں اور پٹھوں کو چست اور تھکاوٹ دُور کرنے میں بے نظیر ہے۔ یہ تھکے جسم کو پھرتیلا کرتا ہے۔ ماندگی رفع کرتا ہے۔ دم کو بڑھاتا ہے۔ شراب اور افیون چھڑاتا ہے اور گلے کی آواز کو سُریلا کرتا ہے۔ گویئے طالب علم اور ورزش کرنے والوں کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ دو آنہ عہ؍ محصول ڈاک ۷؍ نمونہ ۴؍ جو صرف ایجنٹوں ہی سے مل سکتا ہے۔

ڈابر جنتری سنہ ۱۹۳۳ء بلا قیمت مفت منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

نوٹ:۔ ہماری دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں۔ بغرض کفائت محصول ڈاک اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدیں ٭

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ ،گورداسپور میں ایجنٹ کی ضرورت ہے

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا ٭